امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 6 ذی قعدہ 1438ھ بمطابق ستمبر 2017ء شمارہ 7

کلمہ توحید کی حرمت کا سوال ہے!

عید الاضحیٰ کی مناسبت سے

امیر المؤمنین شیخ الحدیث مولانا ھبۃ اللہ اخندزادہ صاحب حفظہ اللہ کا پیغام

افغانستان کی آزادی و خود مختاری میں علماء کا کردار

تباہ حال اہلِ موصل کا تاریک مستقبل

پھر کف افسوس ملنے سے کچھ بھی نہ ہوگا

جارحیت پسند خسارے میں ہیں

شمالی صوبوں میں جہادی کامیابیاں

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن انس عن رسول اللہ قال : یا ابا ذر الا ادلك علی خصلتین هما اخف علی الظهر و اثقل فی المیزان ؟ قال قلت بلی قال: طول الصمت و حسن الخلق و الذی نفسی بیده ما عمل الخلائق بمثلهما. (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے ابو ذر! کیا میں تمہیں دو ایسی خصلتوں کے بارے میں نہ بتاؤں جو دیگر خصلتوں کے مقابلے میں بدن پر ہلکی اور میزانِ عمل میں بھاری ہوں؟" عرض کی: یارسول اللہ! ضرور بتایئے۔ ارشاد فرمایا: "حسنِ اخلاق اور طویل خاموشی اپناؤ، اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! مخلوق کا کوئی عمل ان جیسا نہیں۔

فرمان امیر المومنین شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ موجودہ جنگ کا آغاز غاصبوں کی جانب سے ہوا ہے۔ وہ دنیا کے دور افتادہ علاقوں سے افغانستان پر قبضہ جمانے اور اسلامی نظام کے خاتمے کی نیت سے آئے ہیں۔ امارت اسلامیہ شعائر اسلام، اپنے عوام اور ملک کے دفاع کی خاطر دفاعی جنگ کے نکتہ نظر سے مقدس جہاد جاری رکھے ہوئے ہے۔ لہذا مذکورہ جنگ کو ختم یا طول دینا بیرونی غاصبوں پر منحصر ہے، جنہوں نے امن وسلامتی کے بہانے افغانستان پر حملہ کیاہ ہے۔ اب بدامنی کی وجہ سے تمام خطہ بے چین ہے۔ استعمار یہاں اپنی افواج کے قیام اور اضافے پر جتنا اصرار کرتا ہے، اتنا ہی علاقائی حساسیت بڑھے گی۔ جس کے نتیجے میں افغانستان سمیت تمام خطہ مزید غیر مستحکم ہو گا۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۶/ذی قعدہ ۱۴۳۸ ستمبر ۲۰۱۷/ شمارہ ۷

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

’ماہنامہ شریعت‘ امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی ’میڈیا و ثقافتی کمیشن‘ کی جانب سے شایع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

پھر کف افسوس ملنے سے کچھ نہ ہو گا ۲
عیدالاضحیٰ کی مناسبت سے عالی قدر امیر المؤمنین
شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کا پیغام ۳
تباہ حال اہل موصل کا تاریک مستقبل ۶
میر زاؤلنگ کی فتح؛ دشمن پریشان ہے ۹
کلمہ توحید کی حرمت کا سوال ہے! ۱۱
کٹھ پتلی حکومت کے جرائم، اپنے لوگوں کی زبانی ۱۳
افغانستان کی آزادی و خود مختاری میں علماء کا کردار ۱۴
صدر ٹرمپ اعلانِ شکست کریں گے ۲۰
اسلام کی تازگی دُکھ دیتی ہے! ۲۲
شمالی صوبوں میں جہادی کامیابیاں ۲۴
دیوانے کا خواب ادھورا رہے گا ۲۵
جارحیت پسند خسارے میں ہیں ۲۷
مسجد اقصی پر یہودی قبضے کا خطرناک منصوبہ ۲۹
منصوری آپریشن کا کامیاب سلسلہ ۳۲
کابل انتظامیہ کا لرزہ خیز جھوٹ ۳۳
امریکا اتحادیوں کی تباہ کُن فرمائش رد کر دے ۳۴
ٹرمپ پالیسی غرور کی آخری ہچکی ۳۷
ٹرمپ کی خونی پالیسی امریکی زوال کا باعث ۳۸
افغانستان جولائی 2017 میں ۳۹
جنگی جرائم جولائی ۴۳

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

پھر کف افسوس ملنے سے کچھ بھی نہ ہو گا

محترم قارئین کے علم میں ہو گا کہ نئے امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے افغانستان سے متعلق نئی خطرناک پالیسی کے مطابق افغانستان میں مزید 4000 فوج بھیجنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے علاوہ افغانستان میں فضائی حملوں میں اضافہ ہو گا۔ امریکہ نے اعلان کیا ہے کہ B-52 طیاروں سمیت بڑے بم گرانے والے دیگر طیاروں کی ایک بڑی تعداد افغانستان روانہ کر دی جائے۔

جنگ میں دشمن کی مادی طاقت، وسائل اور پروپیگنڈوں سے مرعوب اور خائف ہونا ایک چیز ہے اور دشمن کے وسائل، طاقت اور تیاری کا اعتراف کرنا اور دشمن کی طرف سے پہنچنے والے جانی اور مالی نقصانات تسلیم کرنا الگ چیز ہے۔ دشمن کے مادی وسائل اور طاقت سے مرعوب ہونے کا نتیجہ بالآخر شکست ہوتی ہے جبکہ دشمن کی طاقت کا اعتراف کرنا دشمن کے خلاف بہترین تیاری کا باعث بنتا ہے۔

امریکہ کی سربراہی میں بننے والے صلیبی اتحاد اور اس سے پہلے روسیوں اور انگریزوں بلکہ کسی بھی طاقت ور کے سامنے افغان ملت کبھی مرعوب نہیں ہوئی۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے پوری دنیا تسلیم کرتی ہے اور کوئی اس سے انکار نہیں کرتا اس لئے دلائل کے ساتھ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور جہاں تک دشمن کی طاقت اور وسائل کی بات ہے تو ہم اس کا برملا اعتراف کرتے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ ہمارا مقابلہ پوری دنیا میں مادی لحاظ سے طاقت ور ملک کی سربراہی میں بننے والے انسانی تاریخ کے سب سے بڑے اتحاد کے ساتھ ہے۔

اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ میدان جنگ میں اس 17 سالہ طویل جنگ کے دوران اس اتحاد کو بہت زیادہ مالی و جانی نقصانات سے دوچار ہونا پڑا ہے جس کی وجہ سے اتحاد میں شامل کئی اہم ممالک نے راہ فرار اختیار کی ہے لیکن چونکہ میدان جنگ ہمارا ملک ہے اس لئے طبعی امر ہے کہ زیادہ جانی اور مالی نقصان ہمیں پہنچا ہے اور وجہ یہی ہے کہ ہر لحاظ سے طاقت ور دشمن نے اپنے تمام زمینی اور فضائی وسائل ہمارے خلاف استعمال کئے ہیں اور کر رہا ہے۔

ہم اس بات سے بھی انکار نہیں کر سکتے کہ دشمن مستقبل میں بھی افغانستان کو نقصان پہنچانے کی سکت رکھتا ہے اور یہ کہ ہمارا دشمن بے حد ضدی، متکبر اور اسلام و مسلمانوں کے بارے میں سخت متعصب ہے تو لگتا یہی ہے کہ کامیابی سے ناامیدی کی اس حالت میں بھی وہ افغانوں کو نقصانات پہنچانے سے دریغ نہیں کرے گا اور اسی کو ہدف بنا کر کچھ وقت کے لئے افغانستان پر قبضہ کو طول دینے کی پوری کوشش کرے گا۔ افغانستان میں مزید 4000 فوج اور فضائی حملوں کے لئے طیاروں کا بھیجنا انہی کوششوں کی ایک کڑی ہے۔

یہاں طالبان کے مقابلے میں جنگ جیتنے کا تصور ہی ختم ہو چکا ہے، امریکہ کا کوئی بھی لیڈر جنگ جیتنے کی امید کا اظہار نہیں کر سکتا بلکہ سب صراحت کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہم یہ جنگ جیت نہیں سکتے۔ تو مزید فوج اور طیاروں کے افغانستان بھیجنے کا امریکہ کو صرف اتنا فائدہ ہو گا کہ افغانوں کے گھروں پر خوب بم برسائیں گے، افغانوں کو مزید جانی اور مالی نقصانات پہنچائیں گے اور اپنے تمام مالی وجانی نقصانات کا بدلہ مظلوم افغان عوام سے لیں گے۔ یہی بات مغربی میڈیا پر کہی جا رہی ہے کہ افغانستان میں مزید فوج بھیجنے سے بمباری میں زیادہ تر عام شہری ہی نشانہ بنیں گے۔ لندن سے شائع ہونے والا روزنامہ گارڈین لکھتا ہے کہ افغانستان میں مزید فوج بھیجنا اور فضائی حملوں میں اضافہ کی قیمت افغان شہری چکائیں گے۔ روزنامہ مزید لکھتا ہے کہ فضائی حملوں میں اضافہ کی صورت میں امریکی فوجی اہلکار دور بیٹھ کر محاذ کا جائزہ لیں گے اور مخالفین پر حملے کریں گے لیکن ان حملوں کی زیادہ تر قیمت عام شہری ہی چکائیں گے۔ گارڈین نے اس ضمن میں امریکی طیاروں کے حال ہی میں ہونے والے حملوں کا ذکر کیا ہے کہ ہرات کے علاقہ شین ڈنڈ میں ہونے والے فضائی حملے میں 26 افراد مارے گئے تھے جن میں ایک بھی مرد نہیں تھا بلکہ سب بچے اور خواتین ہی تھیں۔ پھر اس کے ایک دن بعد لوگر میں بھی عام شہریوں پر فضائی بمباری کی گئی جس میں 11 عام شہری مارے گئے۔ گارڈین آگے لکھتا ہے کہ 2001 سے لے کر آج تک ان سترہ برسوں میں سے 2017 افغان عوام کے لئے سب سے زیادہ خونخوار برس ثابت ہوا ہے۔

مختصر یہ کہ فوج کی زیادتی اور قبضہ کو طول دے کر امریکہ اور دیگر غاصب قوتیں افغان قوم کو مزید جانی و مالی نقصان تو پہنچا سکتی ہیں لیکن اپنے ہدف کی طرف ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اس اقدام کے ساتھ افغان اور دیگر غیرت مند مسلمانوں کے دلوں میں امریکہ سے نفرت مزید بڑھے گی، دنیا بھر میں امریکہ کی ساکھ کو اور بھی نقصان پہنچے گا اور خوب بدنامی سے دوچار ہو گا جو کہ امریکی اور دیگر غاصب مملکتوں کی عوام کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کے عوام کو چاہئے کہ وہ اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ افغانستان کی غیور اور مجاہد عوام کے لئے عموماً اور امارت اسلامیہ کے لئے خصوصاً غاصبین کے چنگل سے اپنے وطن کو آزاد کرانا اور اپنے دین و عزت کی دفاع کرنا اپنی جانوں سے بڑھ کر عزیز ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے لئے وہ اپنی جانوں کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے، اس راہ میں ہر تکلیف و مشقت کو اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں۔ دشمن چاہے کتنا ہی بڑا اور طاقتور کیوں نہ ہو، اس سے مرعوب نہیں ہوتے اور نہ ہی دشمن کے سامنے سرنڈر ہونا ان کی عادت ہے۔

تو امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کے عوام سے افغان قوم کا مطالبہ یہ ہے کہ اب زمینی حقائق تسلیم کر لیں، اپنے نااہل لیڈروں کے خلاف اٹھ کر انہیں اس قسم کے بے فائدہ اقدامات سے روکیں جو دنیا بھر میں ان کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔ اب اگر امریکی اور مغربی ممالک کے عوام یہ کام کر لیتے ہیں تو اس میں ان کا اپنا فائدہ ہے بصورت دیگر بڑے بڑے نقصانات اور جگ ہنسائی یقینی ہے، پھر کف افسوس ملنے سے کچھ بھی نہ ہو گا۔

عیدالاضحیٰ کی مناسبت سے عالی قدر امیرالمؤمنین شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ کا پیغام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحَمْدُ للهِ القَوِيّ العَزِيز، بَطْشُهُ شَدِيدٌ، وَحَبْلُهُ مَتِينٌ، وَنَصْرُهُ قَرِيبٌ، وَهُوَ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ، نَحْمَدُهُ حَمْدَ الشَاكِرِينَ، وَنَسْتَغْفِرُهُ اسْتِغْفَارَ المُذْنِبِينَ، وَنَسْأَلُهُ مِنْ فَضْلِهِ العَظِيمِ؛ وَنشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَى اللهُ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلَيهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَتْبَاعِهِ إِلَى يَومِ الدِّينِ. امابعد: قال الله تبارک و تعالی فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلا صَالِحًا وَلا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً (الکھف،۱۱۰)

افغان مجاہد عوام اور مسلم امہ کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مَیں سب سے پہلے آپ کو عید الاضحیٰ کی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالی آپ کی تمام جانی و مالی عبادات اور قربانی قبول فرمائے۔ جن حضرات کو فریضہ حج نصیب ہوا، اللہ تعالی ان کے حج کو مبرور فرمائے۔ جو مجاہدین باطل کے خلاف مقدس جہاد کے ہر شعبے میں مصروف خدمت ہیں، اللہ تعالی ان کی تمام تکالیف اور فداکاریوں کو منظور فرمائے۔ بالخصوص اللہ تعالی شہداء کی شہادت کو قبول فرمائے۔ زخمیوں کو جلد شفا نصیب فرمائے اور قیدیوں کو جلد از جلد رہائی عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

قابل قدر اہل وطن!

بقر عید ہمیں اور آپ کو اللہ تعالی کے اولو العزم پیغمبر ابراہیم علیہ السلام اور ان کے فرزند اسماعیل علیہ السلام کی سرگزشت یاد دلا کر اس جانب متوجہ کرتی ہے کہ مسلمانوں کے لیے دنیا میں اپنے اسلامی اصولوں کا وفادار رہنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اللہ تعالی کی بندگی کی راہ میں امتحانات، مصائب اور تکالیف ضرور آتی ہیں۔ اس پر ہمارا ایمان ہے کہ امتحانات جتنے سخت ہوتے ہیں تو اس سے اللہ تعالی کی نصرت اور مدد قریب تر ہوتی جاتی ہے۔

وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيماً (الاحزاب:۲۲)

'اور جب مؤمنوں نے کافروں کے لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے؛ یہ وہی ہے، جس کا اللہ اور اس کے پیغمبر نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے پیغمبر نے سچ کہا تھا اور اس سے ان کا ایمان اور اطاعت مزید زیادہ ہو گئے۔'

ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ کسی نے مخلص ہو کر اللہ تعالی کے لیے ذرہ بھر عمل کیا ہو اور تکلیف اٹھائی ہو، وہ ضائع نہیں ہو گا۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ (البقرۃ ۱۴۳)

'اور اللہ ایسا نہیں کہ تمہارے ایمان کو یوں ہی ضائع کر دے۔'

ایک نیکی کا بدلہ دس گنا، سات سو یا بے حساب ملتا ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ. (سورۃ الانعام ۱۶۰)

'جو کوئی اللہ کے حضور نیکی لے کر آئے گا، اس کو ویسی دس نیکیاں ملیں گی۔ اور جو برائی لائے گا تو اسے سزا اس جیسی ہی ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:

مَّثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ. (البقرۃ ۲۶۱)

'جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کے مال کی مثال اُس دانے کی سی ہے، جس سے سات بالیں اُگیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اور اللہ جس کے اجر کو چاہتا ہے اور زیادہ کرتا ہے اور اللہ کشائش والا ہے سب کچھ جاننے والا ہے۔

جس طرح ان آیات میں اجر کا ذکر ہوا، اسی طرح دنیا میں بھی اللہ تعالی اُنہیں سعادت اور کامیابی عطا فرماتا ہے۔ مَیں اسی لیے اپنے مصیبت زدہ اہل اسلام کو تسلی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے فضل و نصرت سے وہ وقت قریب ہے، جس میں ہماری قربانیوں کا صلہ ہمیں ملے گا۔ ہمارا خطہ ایک خود مختار اور پُرامن اسلامی نظام سے مزین ہو گا۔ کابل پر مسلط دشمن مستقبل سے متعلق ہمارے عوام کی امیدوں کو ختم کرنے کی کوشش میں ہے۔ وہ جھوٹی تشویش پیدا کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ 'اگر استعمار نکل جائے تو افغانستان میں ایک بار پھر بد نظمی اور انارکی پھیل جائے گی۔ قوم اور مذہب کے نام پر امتیازی سلوک برتا جائے گا۔ مجاہدین کی جانب سے ایسی حکومت قائم کی جائے گی، جو صرف اُنہی کے مفادات کا تحفظ کرے گی یا امارت

اسلامیہ کے مجاہدین اپنے مخالفین سے انتقام لینے کی کوشش کریں گے۔' عوام کو سمجھنا چاہیے کہ اس نوعیت کے خود ساختہ تحفظات پھیلانے والے عناصر درحقیقت استعمار کے منتخب نمائندے ہیں۔ یہ لوگ بیرونی جارحیت کو افغان عوام کے لیے ضروری چیز باور کراتے ہیں۔

ہم نے حال ہی میں افغانستان کے نصف سے زیادہ رقبے پر اپنی حکمرانی سے ثابت کر دیا ہے کہ ہم کسی سے انتقام لینے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ ہم امتیازی سلوک کرتے ہیں اور نہ ہی اقتدارِ محض کی تلاش میں ہیں۔ ہمارے خیال میں ایک جامع اور عوام کی امنگوں کا نظام وہ ہے، جس میں معاشرے کے تمام طبقات اور اقوام انصاف سے بہرہ ور ہو سکیں۔ صلح کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ جارحیت ہے۔ جارحیت کے اختتام سے پرامن طریقے سے افغان مسئلے کا حل امارت اسلامیہ کی پالیسی کا اہم جز ہے۔ اسی لیے سیاسی دفتر کو پُرامن حل کے تلاش کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ خطے اور عالمِ اسلام کی حکومتوں سے ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ ہمارے خلاف کوئی بھی مؤقف سامنے آنے یا ہم پر لگائے جانے والے کسی بھی الزام پر اندھا یقین کرنے سے قبل ہماری پالیسی اور مؤقف سے آگاہ ضرور ہو لیا کریں۔ ہم کون ہیں اور ہم کیا چاہتے ہیں؟ یہ جاننے کے لیے دشمن کی آنکھ کا اور اُس کی سوچوں کو مت استعمال کریں۔ ہم کو ہم ہی سے پہچانیں۔ امارت اسلامیہ کسی کو ضرر پہنچانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔

یہ امر دنیا کی ان حکومتوں کے لیے بھی واضح کرتے ہیں، جو غلط تاثر کی وجہ سے افغانستان میں ہماری موجودگی کو اپنے لیے خطرہ سمجھے ہوئے ہیں۔ انہیں جاننا چاہیے کہ ہماری پالیسی اس اصول پر مبنی ہے: 'لاضرر ولا ضرار فی الاسلام'۔ اسلام کے (احکام میں) ضرر (کسی کو بلاوجہ تکلیف دینا) نہیں ہے اور (مؤمن) بھی ضرر کا عمل نہ کرے۔ عالمی برادری کو یقینی طور پر مطمئن رہنا چاہیے کہ امارت اسلامیہ کسی کو بُری نگاہ سے نہیں دیکھتی۔ اہل افغانستان اور عالمی برادری اس حقیقت کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ امارت اسلامیہ نے افغانستان میں بہت سی معاشرتی و سیاسی برائیوں کا سدباب کیا ہے۔ ناقابل تصور خون ریز حادثات کی روک تھام کی ہے۔ خطے بھر کے لیے امن و سلامتی کا کام کیا ہے۔ فی الحال جن علاقوں پر امارت اسلامیہ کا کنٹرول ہے، وہاں عوام کے جان و مال محفوظ ہیں۔ ان علاقوں سے ہمسائیہ ممالک اور دنیا کو نقصان پہنچنے کا سلسلہ رُک گیا ہے۔

مَیں عالم اسلام، خصوصاً مشرق وسطی میں مسلسل رونما ہونے والے حادثات پر بہت دل گرفتہ ہوں۔ تمام مسلم حکمرانوں اور عوام کے سامنے یہ بات رکھتا ہوں کہ اپنے باہمی اختلاف کو ختم کر کے مظلوموں کے دفاع کی کوشش کی جائے۔ ہر قسم کی باہمی تنازعات کو افہام و تفہیم کے ذریعے حل کیا جائے، تاکہ ہمارا دشمن مزید ظلم و ستم پر قادر نہ ہو سکے۔ یاد رہے کہ ہم ایک آزاد، خودمختار اور ترقی یافتہ افغانستان چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں عوام سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ بیرونی غاصبوں کے لالچ میں نہ آئیں۔ کیوں کہ غاصبین صرف نعرے بازی کے ماہر ہیں۔ اہل افغانستا کو اپنے ملک کی تعمیر نو اور ترقی کے لیے کمربستہ ہونا چاہیے۔ اپنی مالی اور انسانی صلاحیتوں کو آزاد افغانستان کے لیے صرف کریں۔ خاص طور پر تاجر برادری افغانستان ہی میں سرمایہ کاری کرے، تاکہ یہاں بے روزگاری ختم ہو اور اہل افغانستان دیگر ممالک میں کٹھن مزدوری اور بے راہ روی سے محفوظ رہ سکیں۔ اگر تاجر حضرات شہروں میں اغواکاروں اور غاصبوں سے خوف زدہ ہیں تو وہ امارت اسلامیہ کے زیرِ کنٹرول علاقوں میں اپنے کارخانے اور فیکٹریاں قائم کریں۔ وہ مختلف شعبوں میں سرمایہ کاری کریں۔ زراعت اور مویشیوں کے شعبے کو ترقی دیں۔ امارت اسلامیہ نہ صرف اپنی بھرپور قوت سے ان کی حمایت کرتی ہے، بلکہ ہر اُس اقدام، جس کا فائدہ افغان عوام اور افغانستان کو پہنچتا ہو، اس کی حمایت و حفاظت کرتی ہے۔ شاہراہوں، پُلوں، پانی کے ذخائر، تعلیمی اداروں، صحت کے مراکز، فیکٹریوں کا قیام اور ہر قسم کے زیرزمین منصوبوں کے تحفظ کے لیے خصوصی کمیشنز کا قیام عمل میں لایا جا چکا ہے۔ وہ افغانستان کے ہر حصے میں اسی نوعیت کے منصوبوں کی نگرانی اور حفاظت کرتے ہیں۔ جو رفاہی ادارے امارت اسلامیہ کے اصولوں کی رعایت کرتے ہوئے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرتے ہیں، انہیں دعوت دی جاتی ہے کہ وہ امارت اسلامیہ کے زیرکنٹرول علاقوں میں عوام کے ساتھ تعلیم، صحت، زراعت اور دیگر سماجی شعبوں میں تعاون کریں۔ امارت اسلامیہ کے تمام مجاہدین کو ہدایت دیتا ہوں کہ عوام کی خیر و بھلائی کے لیے راہ ہموار کریں۔ اگر کوئی اس راہ میں خدمت کرتا ہو تو اس کی سرگرمی اور سکیورٹی کے تعاون کو اپنی ذمہ داری سمجھا جائے۔ عوام کی بھلائی اور سلامتی ہمارے جہاد کے عظیم مقاصد میں سے ہیں۔

دشمن کی صفوں میں موجود افغان فوجیوں کو مطلع کرتے ہیں کہ تم لوگوں نے جس راستے کا انتخاب کر رکھا ہے، وہ دنیاوی اور اخروی زندگی کی ہلاکت کی طرف

لے جاتا ہے۔ تم استعمار کے زیر کمان اپنے مؤمن عوام کے خلاف لڑ رہے ہو۔ اگر اس راہ میں مارے جاتے ہو تو تمہاری موت خراب (مردود) ہے۔ اور اگر زندہ ہو اور اسے جاری رکھتے ہو تو ہر گزرتا لمحہ تمہارے گناہوں میں اضافہ کرتا رہتا ہے۔ تمہیں غاصبوں کے تسلط زدہ افغانستان کے دفاع اور سرحدوں کی حفاظت کے لیے جو نعرے یاد کرائے جاتے ہیں، وہ سب تمہیں فریب دینے کی خاطر ہے۔ اس لیے کہ جو افراد تم لوگوں کو تربیت یا اسلحہ فراہم کر رہے ہیں، انہیں افغانستان کی سرحدوں اور اس کے دفاع سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ اپنے آپ پر رحم کرو اور یقین کرو کہ امارت اسلامیہ تمہاری خیر خواہ ہے۔ ہمیں تم سے کوئی ذاتی اختلاف نہیں ہے، بلکہ ہمارا تم سے تمہارے کردار سے اختلاف ہے۔

افغانستان کے تعلیم یافتہ طبقے اور بااثر شخصیات سے گزارش ہے کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین کو اپنی امنگوں کا ترجمان اور مکمل افغانستان کی آزادی کی خاطر قربانی دینے والے مخلص بھائی سمجھا جائے۔ مجاہدین کو اپنے قریب کریں۔ مجاہدین کو ان کی ذمہ داریوں کے حوالے سے متوجہ کرتے ہوئے مخلصانہ علمی اور ملی مشوروں سے نوازیں۔ ہماری سرزمین اللہ تعالی کی نصرت سے ضرور آزاد ہوگی۔ اس کا مستقبل آپ اور انہی غازیوں کے ہاتھ میں ہے۔ ان شاء اللہ

عزیز مجاہد بھائیو!

کامیابی اور اللہ تعالی کی نصرت تقویٰ اور شریعت مقدسہ پر عمل کرنے سے ملتی ہے۔ ہمیں تمام تر توجہ شریعت اسلامی پر عمل کرنے پر مرکوز رکھنی چاہیے۔ سب سے پہلے اپنے آپ کو شریعت کا پابند بنایا جائے۔ نماز کی پابندی کی جائے۔ ممکنہ حد تک نمازوں کو باجماعت ادا کیا جائے۔ دعا اور اللہ تعالی کے ذکر سے غافل نہ رہا جائے۔ علمائے کرام اور نیک افراد کی صحبت کو لازم پکڑا جائے۔ ان کے نیک مشوروں کو سن کر عمل کی کوشش کی جائے۔ شہداء کے خاندانوں کی عزت اور اُن کا احترام کیا جائے۔ انہیں زندگی کے دھارے میں تنہا نہ چھوڑا جائے۔ ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کیا جائے۔ زخمیوں کے علاج معالجے پر خصوصی توجہ دی جائے۔ قیدیوں کے حالات سے باخبر رہیں۔ ان کی ہر قسم کی مشکلات حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ ان کے خاندانوں کے حال احوال پر توجہ دی جائے۔ یتیموں اور معذوروں کے مسائل اور مشکلات پر بھرپور تعاون کیا جائے۔ باہم اتحاد، اتفاق، محبت اور بھائی چارے کی مضبوط فضا قائم کی جائے۔ تمام مجاہدین خود کو تفرقہ، اختلاف، عصبیت، پرستی، لسانی تفرقے اور وطن پرستی سے بچائیں۔ کسی بھی شخص کو سونپی جانے والی ذمہ داری اُس کی اہلیت اور استعداد کی بنیاد پر دی جائے۔ اقربا پروری اور ذاتی مفادات کی بنیاد کوئی منصب تفویض نہ کیا جائے۔

مجاہد بھائیو!

آپ کی تحویل میں جتنے بھی قیدی ہیں، ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا کریں۔ کسی بھی ملزم شخص کو عدالتی حکم کے بغیر قید میں نہ رکھا جائے۔ قیدیوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جائے۔ اپنے امراء کی شرعی امور میں اطاعت کی جائے اور اپنے ماتحت مجاہدین کو اپنی اولاد کی نگاہ سے دیکھیں۔ جس مقام و مرتبے پر اپنی اولاد کو استعمال کرتے ہو، اسی طرح ماتحت مجاہدین کو بھی اسی طرز پر استعمال کرنا چاہیے۔ یہ بہت بابرکت مجاہدین ہیں۔ خدانخواستہ یہ سرمایہ ہلاکتِ محض کے مقام پر استعمال نہ ہو جائے۔ ان کی تعلیم و تربیت اور اخلاقی ارتقاء پر بھرپور توجہ دیں۔ ان کے حقوق کا مکمل تحفظ کیا جائے۔ اپنے مفتوحہ علاقوں میں شریعت کو نافذ العمل کرنے اور تعلیم و تربیت پر پوری توجہ دیں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ انجام دیں۔ اس معاملے پر بھرپور توجہ دیں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا آغاز اپنی ذات سے کریں۔ امارت اسلامیہ کی قائم عدالتوں کے فیصلوں کا احترام کریں۔ ان کے عملی نفاذ کا بھرپور اہتمام کیا جائے۔ اپنے آپ کو عدالتوں کا تابع اور مطیع بنانے کی کوشش کریں۔ عوام کے حقوق کے تحفظ پر بھرپور توجہ دیں۔ شہریوں کو پہنچنے والے نقصانات کے سدباب کی کوشش کریں۔ شہری نقصانات کے سدباب کے کمیشن کے ساتھ بھرپور تعاون کیا کریں۔

آخر میں تمام اہل وطن، خاص طور اہل ثروت حضرات سے گزارش ہے کہ عید الاضحیٰ کے ان مبارک ایام میں تمام غرباء، شہداء اور قیدیوں کے خاندانوں کو عید کی خوشیوں میں ضرور شریک کریں اور ان سے تعاون کریں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(عالی قدر امیر المؤمنین شیخ الحدیث) مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

زعیم امارت اسلامیہ افغانستان

۰۸ / ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ بمطابق ۳۰/اگست ۲۰۱۷ء

تباہ حال اہلِ موصل کا تاریک مستقبل

شہید زوی

10 جولائی 2017 امریکی قیادت میں موصل میں جمع ہونے والے اتحادیوں کے لیے خوشی کا دن تھا، جب عراقی وزیر اعظم حیدر العبادی عراق کے دوسرے بڑے اور تاریخی شہر موصل گئے۔ وہاں گزشتہ 3 سال سے داعش کے خلاف جاری جنگ کی فتح کا اعلان کیا اور کہا کہ آج داعش کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ دنیا کے سپر پاور ممالک خصوصا امریکی قیادت میں قائم 60 ان اتحادیوں کے لیے خوشی کا دن تھا، جنہوں نے موصل شہر پر بھاری بم گرائے، مگر موصل کے شہریوں کے لیے یہ دن قیامت سے کم نہ تھا۔ اسی دن شدید بمباری کے باعث اس شہر کے سیکڑوں شہری زندگیاں ہار گئے تھے۔ بظاہر بمباری کا ہدف داعش کی مسلح تنظیم تھی، مگر ہلاکتیں عام لوگوں کی ہوئی تھیں۔ عام لوگوں کے بے شمار گھر کھنڈرات میں بدل گئے۔ جس میں نورالدین زنگی رحمہ اللہ کی جامع مسجد بھی شہید کر دی گئی۔ جس سے صلیبی فوج بہت خوش تھی۔

صلیبی لشکروں کے مقابلے میں طویل جنگیں لڑنے والے مسلمانوں کے عظیم قائد نورالدین زنگی رحمہ اللہ نے جب موصل اور حلب کو اپنی سلطنت کا مرکز بنایا اور یہیں سے مصر، دمشق اور قریبی دیگر علاقوں کو زیر نگین کیا تھا، تب 1172ء میں موصل میں اس مسجد کے بنانے کا حکم دیا تھا۔ وہ دو سال بعد وفات پا گئے تھے، مگر مسجد ان کے نام سے قائم کر دی گئی۔ اس عظیم سپہ سالار کے نام سے موسوم یہ مسجد تقریباً 9 صدیاں قبل بنائی گئی تھی۔ اس کا بلند اور ایک جانب کو مائل مینار اسلامی تاریخ کے زرین دور کی زندہ یادگار تھا۔ اس مسجد اور مینار کو دور حاضر کے وحشی صلیبیوں نے پوری بے رحمی سے تباہ کر دیا ہے۔ مسلمانوں کو اپنے اس تاریخی ورثے سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا۔ مسجد کی پوری عمارت تباہ ہو گئی ہے۔ زمین پر تباہ شدہ مینار، چند ستونوں اور محرابوں کے علاوہ کچھ باقی نہیں بچا۔ اس بڑی تاریخی مسجد کو شہید کرنے کے جرم کے بارے میں جب ان سے پوچھا گیا تو کہا کہ 'یہ داعش کا مرکز تھا۔ یہیں سے ابو بکر بغدادی نے اپنی خلافت کا اعلان کیا تھا اور انہوں نے ہی جنگ کے حالیہ شدید مراحل میں یہاں سے فرار ہوتے ہوئے اسے بموں سے اڑایا ہے۔

یہ مسجد ایک جانب اپنی تاریخی حیثیت کے باعث بہت مشہور تھی تو دوسری جانب عراقی حکومت کے خلاف جنگ کی ایک بڑی علامت میں بدل گئی تھی۔ جب 2014 میں داعش نے موصل شہر پر قبضہ کیا تو ایک ماہ بعد اس تحریک کے سربراہ ابو بکر بغدادی نے اسی تاریخی مسجد میں کھڑے ہو کر اپنی بادشاہت کا اعلان کیا تھا۔ موصل پر قبضے کی کارروائیاں اتنی وحشیانہ تھیں اور اس میں اتنا جانی ومالی نقصان ہوا کہ انسانی حقوق کے عالمی اداروں نے بھی اس پر اپنے خدشات کا اظہار کیا ہے۔ مگر موصل کے شہریوں کے جو اصل خدشات ہیں، اس پر قطعی توجہ نہیں دی گئی۔ موصل کے شہری کہتے ہیں کہ اس کے بعد عراق کے سکیورٹی فورسز اور شیعہ ملیشیا کی جانب سے انہیں مارا جائے۔ا، جیلوں میں ڈالا جائے گا۔ انہیں بے آبرو کرنے کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ کیوں کہ عراق کا جو بھی سنی اکثریتی علاقہ عسکریت پسندوں کے قبضے سے چھڑایا گیا ہے، وہاں یہ سلسلہ شروع کیا گیا۔ موصل میں سنیوں کی اکثریت ہے۔ یہ شہر طویل عرصے کے لیے داعش کا مرکز رہا ہے۔ موصل کے بارے میں شیعوں کے دلوں میں شدید نفرت ہے۔ یہاں شیعہ ملیشیاؤں کے ظلم وستم کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

موصل دنیا کے قدیم ترین شہروں میں سے ہے۔ آبادی کے لحاظ سے بغداد کے بعد عراق کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ یہاں ڈھائی ملین آبادی تھی، جن کی اکثریت سنی ہے۔ بغداد سے 465 کلومیٹر دور واقع یہ شہر اسٹریٹیجک جغرافیائی حیثیت رکھتا ہے۔ کبھی بھی اس کی اہمیت کم نہیں ہوئی۔ اسلام کے ابتدائی سالوں میں جب یہ علاقے فتح ہوئے تو موصل مسلمانوں کے لیے ایک مضبوط قلعے کی شکل میں تھا۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران یہ برطانیہ کے لیے بڑا فوجی مرکز بن چکا تھا۔ اس شہر کو خوب صورت پرانی عمارتوں نے حسن بخشا تھا۔ دجلہ وفرات کے پانیوں نے اس کے حسن کو ہمیشہ تازہ رکھا تھا۔ اس شہر کی آبادی کی صحیح تاریخ معلوم نہیں

ہو سکی، مگر 18 قبل مسیح سے اس شہر کا ذکر ملتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ 6 ہزار سال قبل مسیح سے یہاں انسانوں کی زندگی کا آغاز ہوا تھا۔ دنیا کی مشہور تہذیبوں اور بڑی حکومتوں نے موصل شہر سے نمونے لیے ہیں۔ 2 ہزار سال قبل مسیح کی آشوری تہذیب نے اسی شہر سے سر اٹھایا تھا، جس نے سیکڑوں سال تک حکومت کی تھی۔ یہی آشوری سلطنت تھی، جس نے حضرت نوح اور یونس علیہما السلام کا مسکن 'نینویٰ' شہر تعمیر کیا تھا۔ بازنطینی، ساسانی اور رومی سلطنتوں نے بھی اسی شہر سے نمو پائی اور یہیں پر اپنے دور کی بڑی قوتوں نے ایک دوسرے کے خلاف بڑی جنگیں بھی لڑی تھیں۔ جن میں سے بازنطینی اور ساسانی سلطنتوں کی مشہور جنگیں قابل ذکر ہیں۔ قیصر اور کسریٰ نے بھی کئی کئی مرتبہ اس شہر میں ایک دوسرے کے خلاف طاقت کا مظاہرہ کیا۔ مسلمانوں نے یہیں پر ہی قیصر اور کسریٰ دونوں کو جنگی تاریخ کی بڑی شکست سے دوچار کیا۔ قادسیہ کے نام سے مسلمانوں کی مشہور جنگ یہیں پر ہوئی تھی، جس کے نتیجے میں اسلام مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے باہر دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گیا۔ خلفائے راشدین سے لے کر عثمانی خلافت تک اسلامی تاریخ میں موصل شہر کا بہت بڑا حصہ ہے۔ یہ شہر آج بھی دنیا کے بڑی تاریخی اور تہذیب یافتہ شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ 9 سو برس قبل بنی نورالدین زنگی کی جامع مسجد اور اس کا مینار اس کی زندہ مثال ہے۔

دنیا کے بہت سے قدیم کلیسا یہاں بھی موجود ہیں۔ یہودیوں اور مسیحیوں دونوں کے لیے یہ شہر تاریخی روایات کی رو سے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ خون ریز جنگوں کے ساتھ ساتھ یہ شہر بڑے فتنوں کا بھی شکار رہا ہے، جس میں خوارج، منگول، حلائری خاندان، ترکمنوں کا فتنہ اور صفویوں کا فتنہ قابل ذکر ہے۔ عثمانی خلافت کے مشہور خلیفہ سلطان سلیمان اتوانونی نے یہ شہر صفوی فتنہ پردازوں سے آزاد کیا اور عثمانی خلافت کا حصہ بنایا تھا۔ پہلی عالمی جنگ تک موصل شہر عثمانی خلافت کا حصہ تھا۔ سائیکس پیکو نامی بدنام زمانہ معاہدے کی رو سے خطے کے ممالک برطانیہ اور فرانس کے درمیان تقسیم ہوگئے تو موصل شہر فرانس کے حصے میں آ گیا۔ 1932 تک یہ شہر فرانس اور برطانیہ کے قبضے میں رہا۔ 1932 میں یہ قبضہ اختتام کو پہنچا اور موصل عراق کا مستقل حصہ بن گیا۔ 2003 تک موصل شہر دنیا کا پرامن شہر تھا۔ جب 2003 میں امریکا نے عراق پر جارحیت کی اور صدام حسین کی حکومت کا خاتمہ کیا تو عراق کے دیگر شہروں کی طرح موصل بھی ایک بے امن شہر بن گیا۔ یہاں بڑے پیمانے پر خانہ جنگی ہوئی۔ قومیت اور عصبیت کی بنیاد پر کردوں اور عراقی عربوں نے ایک دوسرے کے خلاف بہت جنگیں لڑیں، جس میں دونوں جانب بہت مالی اور جانی نقصان ہوا۔ حتی کہ داعش کے نام سے عراق میں نئی تحریک سامنے آئی، جس نے 2014 میں موصل پر قبضہ کر لیا۔ گزشتہ 3 سالوں سے موصل شہر اس تحریک کا مرکز تھا۔ موصل شہر کے داعش کے ہاتھوں میں جانے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ عراقی عربوں اور کردوں کی آپس کی دشمنی اور امریکا کے ہاتھوں سامنے آنے والی عراقی حکومت کمزوری اور تعصبات سے بھرپور تھی۔

امریکا نے عراق پر جارحیت کے بعد عراق کی ساری فوج ختم کر دی اور اس کی جگہ نئی فوج تشکیل دی۔ اس نئی فوج کی تربیت اور تیاری پر امریکا نے 280 ملین ڈالر سے زیادہ رقم خرچ کی، مگر فوج نے داعش کے خلاف سب سے پہلی جنگ میں نہ صرف یہ کہ شکست کھائی، بلکہ فرار ہوتے ہوئے اپنے سارے جنگی وسائل بھی داعش کے حوالے کرگئی۔ جس کے حوالے سے امریکی وزیر دفاع کا کہنا تھا کہ ہم نے عراقی فوج کو پیسے اور اہم وسائل دیے تھے، مگر دشمن کے مقابلے میں بہادری سے جنگ لڑنے کی ہمت اور حوصلہ کہاں سے لائیں؟ اسی بے ہمت فوج نے موصل شہر پر قبضہ کرنے کے لیے بہت کوششیں کیں، مگر کامیاب نہ ہو سکی۔ اس لیے داعش کے مقابلے میں امریکی سربراہی میں ایک مضبوط اتحاد سامنے آیا۔ عالمی اور مختلف داخلی ناموں کے 60 گروپوں کے اتحاد نے کئی بار اس شہر پر حملہ کیا، مگر ہر بار شکست سے دوچار ہوئے۔ اکتوبر 2016 میں عراق کے وزیر اعظم حیدر العبادی نے داعش کے خلاف زمینی اور فضائی جنگ کا آغاز کیا، جو 10 جولائی

> داعش کے حوالے سے اتنا ضرور کہنا چاہوں گا کہ اب کھنڈرات میں بدل جانے والے شام و عراق کے سلسلے میں امریکا نورا کشتی کا کھیل کھیلنا چاہے گا۔ وہ مشرق وسطی میں تعصبات اور تباہی پھیلانے کے لیے کبھی یہ شہر داعش کے ہاتھ میں جانے دے گا اور پھر دوبارہ اُس سے چھیننے کے لیے تباہ کن اسلحے کا استعمال کر کے انسانیت کا مذاق اڑائے گا۔ مگر ہو گا وہی، جو اللہ کی رضا ہو گی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ افغانستان کی طرح امریکا یہاں بھی اپنے شرم ناک عزائم میں ناکام ہو گا اور بہت جلد شکست سے دوچار ہو کر فرار ہو جائے گا۔

2017 کو اختتام کو پہنچی۔ یہ اتحاد داعش کو شکست دے کر موصل شہر پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

گزشتہ 9 ماہ کی جنگ میں فریقین کو بھاری مالی نقصانات پہنچے، مگر ان کی بنسبت اس شہر کے عام شہریوں کو زیادہ جانی و مالی نقصان ہوا ہے۔ عالمی اداروں کی جانب سے دیے گئے اعداد و شمار کے مطابق اس شہر کے ڈیڑھ ملین شہریوں نے اس جنگ میں نقصان اٹھایا، جن میں سے ایک ملین افراد اپنے گھروں سے بے گھر ہو گئے۔ اس شہر پر ہونے والی مسلسل بمباریوں کے نتیجے میں عام شہریوں کو اتنا نقصان ہوا کہ اب تک کوئی حکومت یا ادارہ اس کے صحیح اعداد و شمار معلوم نہیں کر سکا۔ فضائی بمباری سے تباہ شدہ عمارتوں سے اب بھی لاشیں نکل رہی ہیں۔ امریکا نے دسمبر میں موصل پر بمباری کا آغاز کیا تھا۔ جب وہ 9 ماہ بعد شہر میں داخل ہوئے تو پوری دنیا نے دیکھا کہ یہاں ایک عمارت بھی صحیح باقی نہیں رہی۔ موصل شہر سے شائع ہونے والی ویڈیوز میں نظر آتا ہے کہ شہر کی بنیادیں سب ختم ہو چکی ہیں۔ اکثر علاقوں کی حالت اتنی خراب ہے کہ یہاں بجلی، پانی اور گیس کا پہنچانا ناممکن ہے۔ عراقی حکومت خود کہتی ہے کہ یہ شہر اتنا تباہ ہو چکا ہے کہ اس کی دوبارہ تعمیر پر 100 ارب ڈالر کی لاگت آئے گی۔ اتنے بڑے پیمانے پر رقم تو عراق جیسا غریب ملک نہیں دے سکتا تو کون ادا کرے گا؟ عرب ممالک تو خود اقتصادی اعتبار سے شدید تنگیوں کا شکار ہیں۔ ایران بھی بڑے اقتصادی مسائل کا شکار ہے۔ روسی معیشت میں بھی اتنا بڑا خسارہ اٹھانے کی سکت نہیں ہے۔ امریکا عراق میں اتنا بڑا سرمایہ لگانے کو تیار نہیں ہے۔ جس کا یقینی نتیجہ یہ ہے کہ یہ شہر طویل عرصے تک ایسے ہی کھنڈر پڑا رہے گا۔

موصل میں عام شہریوں پر مظالم کا اقرار انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں نے بھی کیا ہے۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل نے عالمی عدالت سے مطالبہ کیا ہے کہ موصل پر قبضے کے لیے اتحادیوں کی جانب سے ہونے والی بمباریوں کے نتیجے میں ہونے والے قتل عام کی تحقیق کی جائے۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اتحادیوں کی جانب سے بڑے پیمانے پر بھاری اسلحہ استعمال کیا گیا ہے۔ موصل کی تباہی کو تصاویر میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کے عام مسلمانوں کے خلاف کس قدر وحشت اور سربریت کا مظاہرہ کیا گیا ہے! یہاں ہونے والی تباہی کے حوالے سے عراقی حکومت اور اتحادی بے توجہی اور لاپرواہی سے کام لے رہے ہیں۔ متاثرہ شہریوں سے تعاون اور نقصانات کی تلافی کے جھوٹے دعوے تک نہیں کیے جاتے۔ جب کہ دوسری طرف موصل کے شہریوں کو بھی حکومت سے کوئی توقع نہیں ہے، اس لیے وہ مطالبہ بھی نہیں کرتے۔ وہاں کے شہریوں کو مستقبل میں اس شہر میں داخل ہونے والے بڑے فتنے کے بارے میں بہت خدشات ہیں۔ وہ اس حوالے سے بہت خوف زدہ ہیں۔ موصل کو داعش کے پنجوں سے نکالنے کی خوشی میں عراقی حکومت نے ایک ہفتہ چھٹی کا اعلان کیا۔ حالانکہ تلعفر، کرکوک کے مضافات اور دیہی علاقے اور شام و عراق کے بہت سے سرحدی علاقے اب بھی داعش کے ہاتھ میں ہیں۔ شاید داعش کے خاتمے کے بہانے عنقریب ان علاقوں میں بھی خون ریز کارروائیاں شروع کی جائیں۔

یہ سوال اہم ہے کہ اس قدر بڑی تباہی کے بدلے موصل کی داعش سے آزادی کے بعد طویل عرصے تک حکومت اس شہر کو اپنے قبضے میں برقرار رکھ پائے گی اور داعش کے دوبارہ قبضے سے اس کا تحفظ کر سکے گی؟ ماہرین اس حوالے سے کہتے ہیں کہ یہ امریکی انتظامیہ سے تعلق رکھتا ہے کہ داعش کے مقابلے میں 7 ایٹمی قوتیں اور امریکا کی قیادت میں 50 سے زیادہ بہترین دفاعی طاقت رکھنے والے ممالک کھڑے ہیں، جو اپنے ممالک میں بہت آسانی سے بڑی بڑی بغاوتوں کی سرکوبی کر سکتے ہیں۔ یہ عراق جیسے ہموار ملک میں مٹھی بھر داعش کو کیوں ختم نہیں کر سکتے، جب کہ اُسے عوامی حمایت بھی حاصل نہیں ہے۔ وہ اپنے متشددانہ رویے کے باعث عوام میں شدید نفرت کی علامت بن چکی ہے۔

داعش کے حوالے سے اتنا ضرور کہنا چاہوں گا کہ اب کھنڈرات میں بدل جانے والے شام و عراق کے سلسلے میں امریکا نورا کشتی کا کھیل کھیلنا چاہ رہا ہے۔ وہ مشرق وسطیٰ میں تعصبات اور تباہی پھیلانے کے لیے کبھی یہ شہر داعش کے ہاتھ میں جانے دے گا اور پھر دوبارہ اُس سے چھیننے کے لیے تباہ کن اسلحے کا استعمال کر کے انسانیت کا مذاق اڑائے گا۔ مگر ہو گا وہی، جو اللہ کی رضا ہو گی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہیں کہ افغانستان کی طرح امریکا یہاں بھی اپنے شرم ناک عزائم میں ناکام ہو گا اور بہت جلد شکست سے دوچار ہو کر فرار ہو جائے گا۔

میرزا اولنگ کی فتح دشمن پریشان ہے

سیف العادل احرار

امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے شمالی صوبے سرپل کے ضلع صیاد کے علاقے میرزا اولنگ پر اپنا کنٹرول قائم کر کے کٹھ پتلی فورسز کو پسپا کر دیا ہے، جو درحقیقت نام نہاد حکومت اور خاص طور پر شمالی اتحاد کے لیے بڑا دھچکہ ثابت ہوا ہے۔ صیاد وہ ضلع ہے، امریکی حملے کے بعد جنرل دوستم کی درندہ صفت لڑئی کی وجہ سے مجاہدین پسپا ہوئے تھے۔ آج سولہ برس بعد مجاہدین نے دوبارہ اس علاقے پر اپنا کنٹرل قائم کرلیا ہے۔ چوں کہ اس علاقے کے آبادی اہل تشیع پر مشتمل ہے تو مجاہدین کے ہاتھوں یہ علاقہ فتح ہونے پر حکومتی حلقوں میں ہلچل مچ گئی ہے۔ حکومتی اہل کار ایک دوسرے پر الزام عائد کرنے کے علاوہ امارت اسلامیہ کے خلاف بھی زہریلا اور منفی پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ مجاہدین نے اس علاقے میں اہل تشیع کے 52 عام شہریوں کو قتل کیا ہے، جن میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں۔ وزارت داخلہ کے ترجمان نے میرزا اولنگ پر مجاہدین کے قبضے کے بعد اپنی خفت مٹانے کے لیے بے بنیاد پروپیگنڈے کا سہارا لیا اور الزام لگایا کہ مجاہدین اور داعش کے جنگجوؤں نے مل کر میرزا اولنگ پر حملہ کیا ہے اور 52 شہریوں کو قتل کیا ہے۔

امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے کٹھ پتلی حکومت کے الزامات مسترد کرتے ہوئے اسے بے بنیاد پروپیگنڈا قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ مخالفین بوکھلاہٹ کا شکار ہیں۔ اس لیے وہ مجاہدین کو بدنام کرنے کے لیے پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ پچھلے کچھ دنوں سے مجاہدین کے خلاف کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ اور مختلف انٹیلی جنس ادارے پروپیگنڈا کر رہے ہیں، جب کہ امارت اسلامیہ کی تردید کے باوجود زرخرید میڈیا شہ سرخیوں اور بریکنگ نیوز کے طور پر مجاہدین کو بدنام کرنے کے لیے یہ خبر نشر کر رہا ہے۔ صحافتی اصولوں کے برعکس امارت اسلامیہ کا مؤقف بھی نظرانداز کیا جارہا ہے۔ امارت اسلامیہ نے میرزا اولنگ میں عام شہریوں کی ہلاکت کی تردید کی ہے۔ وہاں کسی عام شخص، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو معمولی نقصان بھی نہیں پہنچا ہے۔ البتہ اجرتی فورسز کے ساتھ جھڑپ کے دوران 28 مسلح اہل کار ہلاک ہوئے تھے، جن کی لاشیں میدان جنگ میں پڑی ہوئی ہیں۔ انہیں عام شہریوں کا رنگ دینا دشمن کی بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے۔

ترجمان نے واضح کیا کہ افغان عوام دشمن کی ایسی افواہوں اور پروپیگنڈے پر کان نہ دھریں۔ کیوں کہ دشمن کی کوشش ہے کہ اس طرح پروپیگنڈے سے افغانستان کی برادر اقوام اور مختلف مذاہب کے درمیان نفرتیں اور اختلافات پیدا کرے۔

امارت اسلامیہ کے مجاہدین کا اہل تشیع اور ہزارہ قبیلے کے ساتھ صرف میرزا اولنگ میں سامنا نہیں ہوا، بلکہ افغانستان کے مختلف مفتوحہ علاقوں میں بڑی تعداد میں اہل تشیع اور ہزارہ قبائل کے لوگ امارت اسلامیہ کے کنٹرول کے تحت آرام دہ اور خوش حال زندگی بسر کر رہے ہیں۔

علاوہ ازیں ہزارہ قبائل کے بیشتر علاقوں کے راستے امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں سے گزرتے ہیں۔ وہ ان راستوں پر بلاخوف آمد و رفت اور تجارت کرتے ہیں۔ آج تک انہیں مجاہدین کی جانب سے کوئی تکلیف نہیں

پہنچی ہے، پھر میرزا اولنگ میں عام شہریوں کو نشانہ بنانے کی کیا ضرورت تھی؟

ہم شیعہ رہنماؤں، علماء اور عمائدین سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ دشمن کی سازشوں کا ادراک کریں۔ پہلے اس پروپیگنڈے کی تحقیقات کریں اور مختلف برادر اقوام کے درمیان خلیج پیدا کرنے اور مذہبی فرقہ واریت کو ہوا دینے کی سازش ناکام بنا دیں۔ کابل انتظامیہ اور بیرونی دشمن کو ہرگز یہ اجازت نہ دی جائے کہ وہ اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لیے بے بنیاد پروپیگنڈوں کے ذریعے انہیں استعمال کرے۔ امارت اسلامیہ نے میڈیا اور انسانی حقوق کی تنظیموں کو دعوت دی ہے کہ وہ میرزا اولنگ کا دورہ کریں۔ وہاں کی مقامی آبادی سے معلومات حاصل کریں۔ شفاف تحقیقات کی جائیں۔ امارت اسلامیہ انہیں ہر قسم کی سکیورٹی ضمانت دیتی ہے۔

انسانی حقوق کی تنظیموں نے بھی دو ہفتے تحقیقات کے بعد ایک اعلامیہ جاری کیا، جس کے مطابق انہیں ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی کہ میرزا اولنگ میں عام شہریوں کا قتل عام ہوا ہے۔ جب کہ سیاسی امور کے تجزیہ نگار وحید مژدہ نے بھی میرزا اولنگ میں عام شہریوں کا قتل عام پروپیگنڈا اقرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجاہدین اور داعش کے درمیان شدید لڑائیاں ہوئی ہیں۔ وہ کبھی بھی مشترکہ کارروائی نہیں کریں گے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ محض ایک پروپیگنڈا ہے۔

پارلیمنٹ کے رکن جبار قہرمان نے ایک ٹاک شو میں میرزا اولنگ کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ سرپل میں 1200 ملی پولیس اہل کار، 800 محلی پولیس اہل کار، 3000 خیزش مردمی اہل کار اور ایک بیس ہے، جس میں 600 فوجی موجود ہیں۔ وہ جدید ہتھیاروں سے لیس ہیں، جب کہ میرزا اولنگ میں تین مقامی کمانڈروں نے 150 طالبان (مجاہدین) کے ہمراہ حملہ کیا ہے، جن میں ایک ملا کبیر شامل ہیں۔ جن کے ہمراہ 50 طالبان (مجاہدین) تھے۔ دوسرے کمانڈر ملا غضنفر ازبکی ہیں۔ ان کے ہمراہ 30 مجاہدین تھے۔ تیسرے کمانڈر ملا نادر ہیں۔ ان کے ہمراہ 70 مجاہدین تھے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ 150 مجاہدین نے کس طرح سرکاری فورسز کے 5600 سپاہیوں کو پسپا کر دیا؟ اس کے ذمہ دار کون ہیں؟ کور کمانڈر کا تعلق جنبش سے ہے۔ پولیس چیف کا تعلق جمعیت اسلامی سے ہے۔ گورنر اہل تشیع کے سربراہ محقق کا دوست ہے۔ ایک بار پولیس چیف ملک سے باہر گئے تھے تو انہوں نے اپنے دفتر کو تالا لگایا تھا، تاکہ ان کی جگہ کسی اور کو تعینات نہ کیا جائے۔ ان کے چھوٹے بھائی نے ان کی ذمہ داریاں نبھائیں۔ اعداد و شمار میں پانچ ہزار چھ سو اہل کار وہاں تعینات ہیں۔ ان کی تنخواہیں وصول کی جاتی ہی،ں لیکن اگر صحیح اعداد و شمار کی تحقیقات کی جائیں تو وہاں گھوسٹ اہل کاروں کی تعداد حاضر اہل کاروں کی تعداد سے زیادہ ہوگی۔ کیوں کہ کرپشن تمام اداروں میں اتنی سرایت کر چکی ہے کہ ہر جگہ اور ہر ادارے میں حاضر ملازمین اور اہل کاروں سے گھوسٹ ملازمین اور اہل کاروں کی تعداد زیادہ ہے۔ ان کی تنخواہیں جنگجو کمانڈروں اور سرکردہ رہنماؤں کی جیبوں میں جاتی ہیں۔ جبار قہرمان نے مزید کہا کہ تینوں تنظیموں کے آپس کے اختلافات کے باوجود انہوں نے مرکزی حکومت کے خلاف نیا اتحاد بنایا ہے۔ وہ حکومت پر مسلسل دباؤ ڈال رہے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ میرزا ولنگ میں 150 طالبان (مجاہدین) نے 5 ہزار 6 سو اہل کاروں کو کس طرح شکست دے دی۔ وہاں کے تمام سول اور عسکری حکام کا تعلق شمالی اتحاد سے ہے۔ پھر اس کی ذمہ داری مرکزی حکومت پر کیوں عائد کی جاتی ہے؟

کلمہ توحید کی حرمت کا سوال ہے!

عبدالرؤف حکمت

چند روز قبل جارحیت پسند امریکی فوجیوں نے طیاروں سے صوبہ پروان میں ایسے پروپیگنڈا پمفلٹ گرائے تھے، جن میں کلمہ توحید لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی واضح گستاخی کی گئی تھی۔ اس پمفلٹ میں خبیث جارحیت پسندوں نے اپنے خبیث ترجمانوں اور کٹھ پتلیوں کے ذریعے ایسا خاکہ شایع کیا، جس میں کلمہ توحید کتے کے جسم پر لکھا دکھایا گیا تھا۔ العیاذ باللہ۔ یہ موضوع میڈیا پر اگرچہ معمول کی خبر کی طرح گزر گیا اور اسے امریکا کے معمول کے جرائم کی نظر سے دیکھا گیا۔ مگر یہ کوئی عام خبر نہیں تھی۔ یہ جرم گزشتہ 16 سالوں میں امریکا کا سب سے بڑا جرم ہے۔

کلمہ طیبہ کی عظمت کو دیکھا جائے تو پروان کے اس دردناک واقعے کے بعد آسمان گر جانا چاہیے تھا۔ پہاڑوں میں زلزلے آ جانے چاہیے تھے۔ سمندروں میں جوش آتا اور حق سے منحرف انسانوں کے برے اعمال کی سزا دی جاتی۔ مگر رب کریم کا خاص رحم ہے اور اس حلیم ذات کی بردباری کی واضح دلیل ہے کہ اتنے جرم کے باوجود بھی انسانوں کے سروں پر آسمان قائم ہے۔ زمین ان کے قدموں کے نیچے بچھی رہی ہے۔ ابھی تک اللہ کے عذاب کے فرشتے گناہ گار اور منحرف انسانیت کو عذاب دینے سے ہاتھ روکے ہوئے ہیں۔ اللہ کی طرف سے مہلت کے ختم ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔

یہ کتنا عظیم الشان کلمہ ہے۔ اسے حدیث مبارکہ کی روشنی میں جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

عن ابي سعيد الخدری رضی الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: قال موسى يا رب علمني شيئاً أذكرك وأدعوك به، قال يا موسى: قل لا إله إلاَّ الله، قال: كل عبادك يقولون هذا، قال: يا موسى لو أنَّ السموات السبع وعامرهن غيری، والأرضين السبع فی كفه ولا إله إلاَّ الله فی كفه، مالت بهنَّ لا إله إلاَّ الله. (رواه النسائی و الحاكم و ابن حبان)

’حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ موسی علیہ السلام نے فرمایا: اے رب! مجھے ایسا کچھ سکھایئے، جس سے مَیں آپ کا ذکر کروں اور آپ کو پکاروں۔ اللہ تعالی نے جواب دیا کہ اے موسی یہ پڑھا کرو۔ لا الہ الا اللہ۔ موسی علیہ السلام نے فرمایا یہ تو آپ کے سارے بندے پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالی نے جواب دیا کہ کہ اگر سات زمینیں اور سات آسمان اور اللہ تعالی کے سوا تمام موجودات کو ایک پلڑے میں رکھا جائے اور لاالہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو یہ کلمہ اس سب پر بھاری ہوگا۔‘

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

يصاح برجل من أمتی على رؤوس الخلائق يوم القيامه فينشر له تسعه وتسعون سجلاً، كل سجل منها مد البصر، ثم يقال أتنكر من هذا شيئاً، فيقول لا يا رب، فيقال: ألك عذر أو حسنه، فيهاب الرجل فيقول لا، فيقال: بلى إنَّ لك عندنا حسنات، وإنَّه لا ظلم عليك، فيخرج له بطاقه فيها أشهد أن لا إله إلاَّ الله، وأشهد أنَّ محمداً عبده ورسوله، فيقول يا رب ما هذه البطاقه مع هذه السجلات، فيقال: أنَّك لا تظلم، فتوضع السجلات فی كفه والبطاقه فی كفه فطاشت السجلات وثقلت البطاقه). (الترمذی، والحاكم وغيرهما)

قیامت کے دن میری امت کے ایک شخص کو لوگوں کے سامنے پکارا جائے گا اور اس کے اعمال کے 99 رجسٹر کھولے جائیں گے۔ ہر رجسٹر تا حد نظر وسیع ہوگا۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ کیا ان سے انکار کرتے ہو؟ وہ کہے گا کہ نہیں میرے رب! اس سے کہا جائے گا کہ کوئی عذر یا کوئی نیکی ہے؟ وہ ڈر کر کہے گا نہیں

ہے۔ کہا جائے گا کہ تمہاری ایک نیکی ہمارے پاس ہے۔ آج کے دن تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ پھر اعمال کے بیچ میں سے ایک چھوٹا سا رقعہ نکالا جائے گا، جس پر یہ کلمہ لکھا ہوا ہو گا ' اشهد أن لا إله إلاّ الله ، واشهد انّ محمّداً عبده ورسوله ' وہ بندہ سوال کرے گا کہ اے اللہ! اس چھوٹے سے پُرزے کی گناہوں کے اتنے بڑے رجسٹروں سے کیا مناسبت؟! کہا جائے گا کہ تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ پھر یہ تمام اعمال کے رجسٹر ترازو کے ایک پلڑے ڈالے جائیں گے اور وہ چھوٹا سا پُرزہ دوسری جانب رکھا جائے گا۔ حتی کہ وہ تمام رجسٹر ہلکے نکلیں گے اور ان کا پلڑا ہوا میں اُڑنے لگے گا۔ جب کہ کلمے والا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔

اسی طرح دیگر بہت سی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ طیبہ کی عظمت اور فضائل بیان کیے ہیں۔ مجموعی اقوال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کی ذات باری تعالی کے بعد سب سے عظیم یہ کلمہ ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہمارے دشمنوں نے کتنے بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ کتنی عظیم و بھاری حقیقت کی توہین کی ہے۔

صوبہ پروان میں امریکا کی جانب سے کلمہ توحید کی اہانت کے حوالے سے سب سے عجیب بات یہ تھی کہ دیگر امریکی جرائم کی طرح اس حوالے سے آفیشلی طور پر صرف امارت اسلامیہ نے اپنا ردعمل دکھایا ہے اور سوشل میڈیا پر اُنہی میڈیا کارکنوں نے شدید ردعمل دکھایا اور بدلہ لینے کی دھمکی دی ہے، جن کا امارت اسلامیہ سے تعلق ہے۔ جب اس حوالے سے خاموشی دکھانے پر دیگر طبقات پر تنقید کی گئی تو چند روز بعد کچھ شخصیات اور گروپوں نے اس موضوع کے حوالے سے اپنا مختصر سا مؤقف بیان کرتے ہوئے امریکا کے اس عمل کی مذمت کی، مگر تختِ کابل کے ٹھیکیدار اور جارحیت پسندوں کی تنخواہوں پر پلنے والی انتظامیہ اور دیگر حلیفوں، شخصیات اور جماعت 'شوری نظار' کے حکام، جو خود کو جہاد کا واحد ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔ اسی طرح عبدالرب رسول سیاف، جو کسی دور میں خود کو توحید کا سب سے بڑا داعی قرار دیتے تھے اور آج بھی خود کو سب سے بہتر مسلمان سمجھتے ہیں، اسی طرح گل بدین حکمت یار، جو دیانت اور حق پرستی کو اپنے آپ اور تنظیم میں منحصر سمجھتے ہیں، ان سب میں سے کسی نے اس حوالے سے زبان کو حرکت دینے کی تکلیف گوارہ نہیں کی اور نہ اس عظیم اور ناقابل معافی جرم کو جرم قرار دیا۔

ہم اسلام اور کلمہ توحید کے جفاکاروں سے کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کی 'خاموش سیاست' نے واضح کر دیا ہے کہ مجاہدین کے بہانے اصل جنگ اسلام سے کے خلاف لڑی جارہی ہے۔ اس لیے ایسے مواقع پر خاموشی، رضامندی یا بے پروائی کی نشانی سمجھی جاتی ہے۔ جو لوگ اس طرح کے حساس مسائل کے موقع بے پروا ہو جائیں، انہیں اپنے ایمان کے حوالے سے فکر مند ہونا چاہیے۔ ہم سیف، حکمت یار، عطانور، قانونی، عبداللہ، گل آغا، اسماعیل خان اور دیگر سے کہنا چاہتے ہیں کہ آپ سے زیادہ تو وہ کرزئی اچھا تھا، جسے آپ لوگ امریکا کا تربیت یافتہ کتا یا تربیت یافتہ ایجنٹ قرار دیتے تھے۔ اس نے اِس موقع پر اپنے غصے کا اظہار ضرور کیا اور اس عمل کی مذمت کی ہے۔ آپ کے لیے مشورہ ہے کہ اس طرح سے بالکل ہی منافق اور نامرد مت بنیں۔ جس طرح سے آپ کا دعوی ہے کہ 'آپ مسلمان ہیں' تو اس نازک موقع پر اٹھ کر اپنا ایمان اور اسلام لوگوں کو دکھائیں۔ ورنہ عوام کے سامنے آپ کا اندرونی نفاق کھل کر سامنے آجائے گا۔

پروان میں پھینکے گئے پمفلٹس نے ایک اور بات بھی واضح کی ہے۔ اگر واضح طور پر کہا جائے تو افغانستان پر مغربی جارحیت اور مذہبی جنگ کی حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے۔ یہ منحوس پمفلٹ سب کچھ کے ساتھ یہ بھی واضح کرتا ہے کہ اگرچہ امریکا نے اپنی جنگ کے لیے نعرہ نئی تعمیر اور انسانی حقوق کا لگایا تھا، مگر اس کا اصل ہدف اسلام اور مسلمانوں کو مشکلات میں ڈالنا ہے۔ اب تو سب جانتے ہیں کہ رواں جنگ میں کون اسلام اور مسلمانوں کی نمائندگی کرتا ہے اور کون سا فریق اسلام اور کلمہ طیبہ کے خلاف جارحیت میں ملوث ہے۔ جو لوگ آج بھی جہاد کی حقانیت اور فرضیت پر شکوک کا شکار ہیں، ان کے لیے جارحیت پسندوں کا یہ اعتراف کافی ہے، تاکہ جنگ کی اصلیت کے حوالے سے تمام شکوک وشبہات کا خاتمہ ہو جائے۔

کٹھ پتلی حکومت کے جرائم، اپنے لوگوں کی زبانی

موسیٰ فرہاد

بگرام جیل سے متعلق کہا جاتا تھا کہ اس کو افغان حکام کے حوالے کیا گیا ہے۔ اسی حوالگی کے ساتھ بہت سے قیدی رہا کر دیے گئے تھے۔ تاہم اشرف غنی کے اقتدار کے بعد یہ جیل دوبارہ قیدیوں سے آباد کر دیا گیا ہے۔ بگرام جیل میں قیدیوں کی صورت حال قریب سے دیکھنے کے لیے پارلیمنٹ نے ایک کمیٹی تشکیل دی، جس کے ارکان نے جیل کا دورہ کیا۔ کمیٹی سربراہ نے میڈیا کو بتایا کہ فی الحال بگرام جیل میں 6ہزار 5سو قیدی بغیر کسی مقدمے کے ڈالے ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا ہے۔ ان میں ایسے قیدی بھی ہیں کہ ایک سال سے زیادہ عرصہ ہوا ہے کہ انہیں جیل میں بغیر کسی پوچھ گچھ کے رکھا ہوا ہے۔ ابھی تک کسی نے ان سے جرم سے متعلق پوچھا ہے اور نہ ہی انہیں عدالت میں پیش کر کے ان کے جرائم کی نوعیت اور سزا کے بارے میں کوئی فیصلہ کیا جاتا ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ ایسا سلوک انسانی حقوق کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔

کمیٹی کے سربراہ اللہ گل نے مزید کہا کہ 'جب سے بگرام جیل کے اختیارات افغان حکومت کے سپرد ہوئے ہیں، تب سے قیدیوں کو ان کے رشتہ داروں سے ملاقات نہیں کرنے دی جا رہی۔ جیل میں قیدی مریضوں کے لیے علاج کی سہولت میسر نہیں ہے۔ حال ہی میں تین قیدیوں کی حالت بگڑ گئی۔ حکومت کی طرف سے توجہ نہ دیے جانے پر وہ زندگی کی بازی ہار گئے۔ عموماً 30 قیدیوں کو ایک ایسے کمرے میں رکھا جاتا ہے، جو چار افراد کے لیے بنایا گیا ہوتا ہے۔ کچھ قیدیوں کو دو اور تین میٹر رقبے کے کمروں میں رکھا گیا ہے۔ قیدی آرام، خوراک، نماز، وضو اور انسانی ضروریات، غرض سب کچھ انہی کمروں میں انجام دیتے ہیں۔ ان میں اکثر قیدی ایسے ہیں، جنہوں نے اپنی قید کے پہلے دن سے اب تک سورج کی روشنی تک نہیں دیکھی ہے۔

کمیٹی کے سربراہ اللہ گل کا مزید کہنا تھا کہ بگرام جیل میں قیدیوں کے لیے تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ حتیٰ کہ قیدیوں کو اپنے کمروں میں باجماعت نماز ادا کرنے اور بلند آواز سے قرآن پاک پڑھنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم نے ایسے قیدیوں کو بھی دیکھا ہے، جو ایک ہی لباس کو گزشتہ دو سالوں سے زیب تن کیے ہوئے ہیں۔ جب کہ کچھ قیدی اپنا جسم ڈھانپنے کے لیے کمبل کو بطور لباس استعمال کرنے پر مجبور ہیں۔ کمیٹی کے سربراہ نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور انسانی حقوق کا احترام کرے۔ اگر وہ انسانی حقوق کی بدستور خلاف ورزی کرے گی تو پھر بہتر یہ ہے کہ وہ تمام قیدیوں کو اٹھا کر کسی دریا میں ڈال دیا جائے، تاکہ انہیں اس وحشیانہ جیل کے مصائب سے چھٹکارا مل سکے۔

گزشتہ سال نومبر میں بھی سینیٹ کے ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی۔ کمیٹی کے ارکان نے جیل کا دورہ کرنے کے بعد میڈیا سے گفتگو میں کہا تھا کہ پل چرخی جیل میں 800 قیدیوں کی مدت پوری ہو چکی ہے۔ 440 کو سزائے موت سنائی گئی ہے اور 144 قیدی لاعلاج بیماریوں کا شکار ہیں۔ کمیٹی کے ارکان کا کہنا تھا کہ بیمار قیدیوں کے اہل خانہ اور رشتہ داروں نے انہیں بتایا ہے کہ 'ہم نے بہت کوشش کی ہے کہ اپنے بیمار قیدیوں کا علاج پرائیویٹ طریقے سے کر سکیں، لیکن حکومت ہمیں اس کی اجازت دیتی ہے اور نہ ہی خود علاج کے لیے اقدامات اٹھاتی ہے۔' کمیٹی کے ارکان نے حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ تمام قیدیوں سے متعلق قانون کے مطابق سلوک کرے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہزاروں قیدی بغیر کسی مقدمے کے جیل میں پڑے ہیں۔ جن کے لیے رہائی کا فیصلہ دیا جاتا ہے اور نہ ہی انہیں عدالت میں پیش کیا جاتا ہے۔ جن قیدیوں کی سزا کی مدت پوری ہو چکی ہے، ان کی رہائی کے لیے بھی اقدامات نہیں کیے گئے ہیں۔

اسی طرح افغانستان کے مختلف جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا ہے۔ ان کے مقدمات پر غور کیا گیا ہے اور نہ ہی انہیں قانون کے مطابق حقوق دیے گئے ہیں۔ حکومت نے بین الاقوامی انسانی قوانین کی دھجیاں اڑا رکھی ہیں۔ کابل انتظامیہ کے ایسے غیر انسانی سلوک پر بین الاقوامی انسانی حقوق کی تنظیمیں اور حملہ آوروں کی حکومتیں سب خاموش ہیں۔ حالانکہ انسانی حقوق کے تحفظ کے بارے میں وہ ہمیشہ میڈیا پر بلند و بانگ دعوے کرتے ہیں، لیکن عملی طور پر انہوں نے ثابت کیا ہے کہ وہ عوام کے قتل عام اور قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی رویے پر ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے ہیں۔

افغانستان کی آزادی وخود مختاری میں علماء کا کردار

محمد حسین مستعد مرحوم

افغانستان کے غیور عوام نے ہر وقت ہر مرحلے میں اپنی آزادی کے لیے قربانی دی اور ہر بار اپنی جہادی کارروائیوں کے ذریعے یہاں جارحیت کرنے والوں کو بھاگنے پر مجبور کیا۔ جہاد اسلام میں بہت بڑی عبادت ہے۔ ہر وقت علماء نے عبادات میں ہماری رہنمائی کی ہے۔ جہاد اور جنگوں میں بھی علماء نے اس غیور اور بہادر قوم کی قیادت کی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہر جنگ جس کی سرپرستی اور رہنمائی علماء نے نہیں کی، کسی مفید نتیجے تک نہیں پہنچ سکی، بلکہ اس کا اختتام مظالم اور خانہ جنگی پر ہوا۔

بدقسمتی سے ہماری معاصر تاریخ ایسی لکھی گئی ہے کہ یا تو وقت کے حکمرانوں کی خوشنودی کی خاطر یا اپنے ذاتی افکار کی بنیاد پر انتہائی جانب داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے تاریخ کے عظیم سپوتوں کو مناسب جگہ نہیں دی گئی۔ انتہائی جفاکاری سے انہیں نظر انداز کیا گیا ہے۔ یہ ظلم سب سے زیادہ افغانستان کے علماء اور دینی رہنماؤں کے ساتھ روا رکھا گیا ہے۔ اس پر تأسف اور حسرت کی بات تو یہ ہے کہ وہ عظیم نفوس اپنی تمام یادداشتیں افغانستان کے اصحابِ قلم و قرطاس کے حوالے نہ کرسکے۔ یہاں کے صحافتی طبقے نے تاریخ نویسی کے لیے ایسے حالات میں قلم اٹھایا کہ مآخذ کے لیے انہیں صرف بیرونی منابع اور ذرائع ہی سے میسر آئے، جو اکثر ہمارے دین وملت کے دشمنوں کے ہاتھوں تیار کردہ ہیں۔ جب کہ ہمارے لکھنے والوں نے بھی بند آنکھوں سے اُن مآخذ کی تقلید کرلی۔ بہت سے تاریخ نویسوں نے اپنی قلمی کاوشوں میں کمیونزم خیالات کی بدبو ڈال رکھی ہے۔ البتہ ہمیں اُن تاریخ نویسوں کا شکریہ ادا کرنا چاہیے، جنہوں نے دل پر جبر کر کے یا قومی احساس سے مجبور ہو کر کچھ حقائق واضح کیے ہیں۔

محمد شہاب الدین غوری رحمہ اللہ سے لے کر احمد شاہ ابدالی تک علماء ہماری غیور قوم کے قائد رہے۔ وہ جہاد کے پرچم لے کر برصغیر میں پھیلے۔ وہاں اسلام کی دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔ ہند کے عظیم مشاہیر خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ، مجدد الف ثانی قدس روحہ، عثمان علی ہجویری رحمہ اللہ اور دیگر سیکڑوں شیوخ اِسی مٹی کے فرزند تھے۔ صرف اور صرف معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ کے ہاتھ پر 9 ملین لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ اسی طرح ہمارے علماء نے ہزاروں ایسے کارنامے انجام دیے ہیں، جس پر اسلامی دنیا فخر کرتی ہے۔ معاصر افغانستان میں ہمارے علماء کے بہت سے کارنامے لائق توجہ ہیں۔

جیسے میرویس بابا، احمد شاہ ابدالی اور دیگر رہنماؤں نے کوئی بھی کام علماء کے فتاویٰ اور مشوروں کے بغیر نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں رہنما ہماری تاریخ اور لوگوں میں اپنے اچھے کارناموں کی وجہ سے بڑا مقام رکھتے ہیں۔ جب احمد شاہ بابا کے پوتوں اور پڑپوتوں کے اختلافات اور بعد ازاں بارگ زئی سرداروں کی بے اتفاقی کے سبب افغانوں کی سلطنت کا رقبہ کم ہوا تو انگریز استعمار اور زار روس نے افغانستان کی جانب ہوس زدہ نگاہوں سے دیکھنا شروع کیا۔ حال یہ تھا کہ داخلی اختلافات اور طوائف الملوکی کی وجہ سے یہاں کی حکومت اپنی مرکزیت کھو چکی تھی۔ اس وقت ہمارے علماء اور مشاہیر نے انگریزوں کے اثر ورسوخ کے خاتمے کے لیے ہمارے غیور اور مجاہد عوام کو بیدار کیا۔

انگریزوں سے افغانوں کی پہلی جنگ میں علماء اور طلباء نے مجاہدین سے مل کر انگریزوں کے خلاف سینہ سپر ہوئے۔ انگریز لشکر کو بڑے پیمانے پر نقصانات پہنچائے۔ اسی طرح غازی عبد اللہ خان اچکزئی کے نائب امین اللہ خان لوگری، وزیر محمد اکبر خان غازی کو کھڑا کرنے میں دیگر علماء سمیت ملا مؤمن خلجی کا نام بھی تاریخ میں اپنا وقیع مقام رکھتا ہے۔ جب انگریزوں نے امیر یعقوب خان کو اپنے مفاد کی خاطر افغانستان کے تخت پر موزوں نہ سمجھا تو اسے ہٹا دیا۔ اس وقت امیر یعقوب خان کی والدہ، امیر شیر علی خان کی اہلیہ اور اسی طرح امیر یعقوب خان کی اہلیہ نے مل کر ایک خط معروف عالم ملا دین محمد انڈڑ کے نام لکھا، جو ملا مشک عالم انڈڑ کے نام سے مشہور تھے۔ ملا صاحب نے فوراً انگریزوں کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا۔ غازی محمد جان خان وردگ، ملا عبد الغفور لنگری اور دیگر ہزاروں علماء، طلباء اور مجاہدین اُن کے گرد جمع ہوگئے۔ انہوں نے 1297ھ کے سال محرم الحرام میں

جہاد کا اعلان کر دیا۔ اعداد و شمار کے مطابق اس جنگ میں مجاہدین کی تعداد 9 ہزار تھی۔ انہوں نے کابل میں دیگر مجاہدین کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف جہاد کا آغاز کیا۔ جب انگریزوں نے شکست کھائی تو امیر عبد الرحمن کو کابل تخت پر بٹھا دیا۔ واضح بات تھی کہ امیر عبد الرحمن خان کے انگریزوں سے قریبی تعلقات تھے۔ ملاصاحب مرحوم کو یہ بات پسند نہیں تھی۔ انہوں نے مقابلہ شروع کر دیا۔ امیر عبد الرحمان خان نے انگریزوں کے اشارے پر تمام مجاہدین کو گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا، مگر ملاصاحب کو ان کی مقبولیت کے باعث کچھ نہ کہہ سکا۔ ملاصاحب نے دو سال مضبوط جہاد اور مزاحمت کے بعد 1303ھ ربیع الاول میں وفات پائی۔

ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے ملا عبد الکریم اخندزادہ نے مجاہدین کی رہنمائی کی اور امیر عبد الرحمن کی مخالفت جاری رکھی۔ اسی طرح افغانستان کی جہادی تاریخ میں 'ہڈی ملا صاحب' بہت مشہور ہیں، ان کا اصل نام نجم الدین اخندزادہ تھا۔ انگریز اور امیر عبد الرحمان خان ان سے بہت خوف زدہ تھے۔ جب ملا عبد الکریم اخندزادہ نے امیر عبد الرحمان خان کے خلاف جنگ مضبوط کی اور نجم الدین اخندزادہ سے درخواست کی کہ خوست، مغل خیل، باجوڑ اور مہمند قبائل کو جہاد کے لیے آمادہ کریں۔ ملا صاحب نے اس کام کا آغاز کر دیا، مگر انگریزوں نے ان کے اس اقدام سے قبل ہی امیر عبد الرحمن خان کو خبر دے دی اور اس راہ میں مشکلات پیش آنے لگیں۔ انگریز اور امیر عبد الرحمان خان ان سے پھر بھی خوف زدہ رہے۔ ملاصاحب کا قبائل میں اثر و رسوخ بہت زیادہ تھا۔ ایک انگریز مؤرخ لکھتا ہے کہ 'نجم الدین اخندزادہ لوگوں میں بہت زیادہ اثر و رسوخ رکھتا ہے۔ ان کے ایک لاکھ سے زیادہ مرید ہیں۔

اس سلسلے میں افغانستان کے جید علماء اور مشہور مجاہدین میں سے 'موسہی' کے فیض محمد اخندزادہ صاحب رحمہ اللہ زیادہ مشہور ہیں۔ فیض محمد اخندزادہ نے ہڈی ملاصاحب کے تعاون سے بہت جنگیں لڑیں۔ امیر شیر علی خان کو ہر وقت انگریزوں کے خلاف جہاد کے لیے ابھارتے۔ انہوں نے جہاد کے بارے میں 'روضۃ المجاہدین' کے نام سے ایک نظم بھی لکھی، جو بہت مشہور ہے۔ اسی طرح غازی محمد ایوب خان کے لشکر میں بھی بڑی تعداد علماء اور طلباء کی تھی، جو میوند کی جنگ میں ان کے ساتھ تھے۔ انگریزوں کا پٹھو امیر عبد الرحمان خان غازی محمد ایوب خان کے ساتھ علماء کے تعاون کے حوالے سے اپنی پریشانی کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے: 'محمد ایوب خان کا لشکر یا اسلحہ و آلاتِ حرب مجھ سے زیادہ نہیں تھے۔ علاوہ ازیں جاہل ملاؤں نے میرے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا تھا۔ یہ فتوی ایوب ایوب خان کی پیش رفت میں بہت مددگار ثابت ہوا۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ مَیں انگریزوں کا دوست ہوں اور میرے حریف غازی ہیں۔'

علماء میں سے ایک اور بڑی شخصیت مشہور عالم اور انگریزوں کے شدید دشمن سوات کے 'اخند صاحب' ہیں۔ ان کا اصل نام عبد الغفور تھا اور باباجی کے نام سے مشہور تھے۔ اخند صاحب کے ساتھ بہت سے علماء اور مجاہدین تھے۔ ان کے مشہور خلفاء میں ملا نجم الدین اخندزادہ صاحب (ہڈی ملا)، مانکی ملا عبد الوہاب صاحب، اور کزو ملا صاحب، ملا ولی اللہ صاحب، دیر شاہ بابا، کربوغے ملا صاحب، لوگر کے موسہی اخندزادہ صاحب، تیراہ کے سیرے ملا صاحب، محسود ملا صاحب، صوابی کے 'سوتا ملا صاحب' اور دیگر بہت سے مرید اور خلفاء شامل تھے۔ کہا جاتا ہے کہ امیر شیر علی خان نے جلال آباد کے حاکم کو چند گھڑ سواروں کے ساتھ سوات کے اخند صاحب کی طرف دعا کے لیے بھیجا۔ جب حاکم نے اخند صاحب کو امیر شیر علی خان کا مدعا بیان کیا کہ وہ چاہتے ہیں کہ اپنی تلوار سے انگریزوں کو ملک سے باہر نکال دیں، آپ ان کے لیے دعا کریں۔ اخند صاحب نے کہا وہ انگریزوں کو نکالنا نہیں چاہتے، بلکہ وہ تو انگریزوں کو دوست بنانا چاہتے ہیں۔ حاکم ڈٹ گئے۔ کہا: جب تک امیر کے لیے دعا نہیں کریں گے۔ مَیں آپ کے دربار سے نہیں جاؤں گا۔ اخند صاحب نے کہا اچھی بات ہے کہ آپ جہاد سے محبت کرتے ہیں۔ جاؤ! امیر شیر علی خان سے کہو کہ عبد الغفور صرف دعا والا فقیر نہیں ہے۔ جنگ کے میدان میں دشمن کا خون بہانے کا طریقہ بھی خوب جانتا ہے۔ امیر شیر علی خان اپنے دعوے میں سچا ہے تو پشاور پر حملہ کر دے۔ مَیں مالاکنڈ کے راستے سے اپنے مجاہدین اور طلباء کے ساتھ میدان جنگ میں حاضر ہو جاؤں گا۔ سوات کے اخند صاحب انگریزوں کے شدید مخالف تھے۔ انہوں نے انگریزوں کے مقابلے کے لیے سوات، بونیر، دیر، باجوڑ اور دیگر علاقوں کے رہنماؤں اور علماء سے ایک جرگے میں ان سے مطالبہ کیا کہ آپس کا اختلاف ختم کر کے انگریزوں کے خلاف مقابلے کے لیے تیار ہو جائیں۔

جرگے کے شرکاء پر سوات کے اخند صاحب کی باتوں کا اثر ہوا۔ سب نے ایک زبان ہو کر اخند صاحب کو شرعی امیر کے طور پر تسلیم کر لیا۔ اگرچہ پہلے مرحلے میں انہوں نے امارت قبول کرنے سے انکار کیا، مگر بعد ازاں تسلیم کر لیا اور

سوات میں اسلامی شریعت کا اعلان کر دیا۔ اخند صاحب رحمہ اللہ کی سب سے مشہور لڑائی امبیلی کا جہاد تھا۔ جس میں انگریزوں کو ذلت ناک شکست ہوئی۔ انگریز مؤرخ ڈاکٹر ولیم ہنٹر لکھتا ہے کہ امبیلی کی جنگ میں انگریزوں کی ناکامی کی تین وجوہات تھیں:

ا۔ تمام پشتون قبائل کا مضبوط اتحاد۔

۲۔ جنگ میں سوات کے اخند صاحب کی موجودگی۔

۳۔ ذمہ داروں کا غائب ہونا۔

سوات کے اخند صاحب جید روحانی مجاہد رہنما اور سیاسی علماء میں سے تھے۔ وہ استعمار کے مقابلے میں عالمی شہرت یافتہ شخصیت تھے۔ ہمارے افغان خطے کے اکثر علماء اور طلبا انگریز دشمنی میں عالمی شہرت رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک ملاپاوندہ رحمہ اللہ ہیں۔ ان کا روحانی اثر و رسوخ محسود قبائل میں زیادہ تھا۔ قوم کے ہر بڑے اور چھوٹے کے دل میں ان کا احترام تھا۔ انہوں نے انگریزوں کا سختی سے مقابلہ کیا اور بہت عرصے تک قبائلی علاقوں میں انگریزوں کے اقتدار کے خاتمے کے لیے جنگوں میں مصروف رہے۔ 'باری فقیر' بھی وزیرستان کے خطے کے روحانی اور بڑے مجاہد تھے۔ وہ بھی اخند صاحب کے مرید تھے۔ پہلے تو ان کی رہنمائی میں انگریزوں سے مقابلہ کیا، پھر خود ایک جہادی قائد کے طور پر جنگوں میں مصروف ہوگئے۔ 1213ھ میں انگریزوں کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ انہیں سپین وام کے مقام پر سپرد خاک کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ آخری وقت میں انہوں کہا کہ 'اللہ کا شکر ہے کہ میرے جیسے فقیر کے ہاتھوں بھی 33 انگریز افسر مارے گئے۔' وزیرو ملاصاحب کے نام سے مشہور 'مولانا گلاب الدین' انتہائی متقی اور مجاہد شخص تھے۔ انہوں نے اپنے تمام طلباء اور متعلقین کو انگریزوں کے خلاف جہاد کے لیے ابھارا اور آخر میں انگریزوں کی جانب سے شہید کیے گئے۔ مولانا حمد اللہ بھی ایک جید عالم اور بڑے مجاہد تھے۔ انہوں نے مولانا گلاب الدین کی شہادت کے بعد وزیر قبائل کے مجاہدین کی رہنمائی کا ذمہ اٹھایا اور اپنے شاگردوں 'ملا ارکڑ' اور 'کاکا صاحب' کے تعاون سے بہت سی جنگیں لڑیں۔ کاکا صاحب شہید وزیرستان کے ممتاز اور بہادر مجاہدین میں سے تھے۔ ان کے بہت سے طلباء اور مرید تھے۔ وانا اور ڈیرہ اسماعیل خان کے بیچ جو جنگیں ہوئیں، وہ سب میں شریک ہوئے۔ وانا کی ایک جنگ آٹھ دن جاری رہی، وہ اس میں شدید زخمی ہوگئے اور چند دن بعد 1212ھ جمادی الاول میں شہید ہوگئے۔

اس سلسلے میں 'اکاخیل ملا صاحب' بہت مشہور تھے۔ انہوں نے بہت جنگیں لڑی ہیں۔ اسی طرح ملا حاجی محمد وزیر ایک اچھے عالم اور بہادر آدمی تھے۔ ان کے دو بھائی ملا محمد سلام، ملا گل سلام دونوں انگریزوں کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ محسود اور وزیر کے تمام جہادوں میں شریک رہے۔ آخر میں شہید کر دیے گئے۔ 'سنداکی بابا' بھی ان جید اور بہادر علماء میں سے ایک ہیں۔ سنداکی بابا 'چکی سر' نامی علاقے کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کے لیے مقامی لوگوں کا ایک جرگہ بنایا۔ اپنے طلباء اور مجاہدین کو جہاد کے لیے تیار کیا۔ آزادی ہند کے مشہور عالم اور مجاہد شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی سے ان کے قریبی تعلقات تھے۔ اسی طرح طرابلس کے جہاد میں شیخ السنوسی کے تعاون سے بہت سی جنگیں لڑیں۔ انہوں نے باجوڑ میں انگریزوں کے خلاف شدید جنگیں لڑیں۔ انگریزوں کے خلاف بنائی گئی جماعت 'جماعت الاحرار' کے ممتاز رہنما رہے۔

ترنگ زو حاجی صاحب، بابڑی ملاصاحب، الین گار کے فقیر صاحب، سید معروف خان باچا، کیندری حکیم صاحب، مولوی فضل الدین صاحب (کابلی ملا صاحب) اور دیگر بہت سے مجاہدین نے 'جمعیت الاحرار' کے نام سے ایک تنظیم قائم کی۔ جس نے آزادی کے لیے انگریزوں کے خلاف ہمہ پہلو جنگ لڑی۔ بابڑی ملاصاحب کا اصل نام سید امیر تھا۔ وہ جید عالم اور نجم الدین اخندزادہ (ہڈی ملا صاحب) کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے بھی بہت جنگیں لڑیں۔ ان کی مشہور جنگ سکودیری کی ہے، جس نے تمام انگریزوں کو ہیبت میں ڈال دیا تھا۔ مولوی صاحب میر اجان کاکاخیل بھی ایک جید عالم اور ممتاز مجاہد تھے۔ عالمی شہرت رکھتے تھے۔ وہ آسٹریلیا میں بھی رہے تھے۔ انہوں نے وہاں انگریزوں کے خلاف منظم کام کیا تھا۔ انگریزوں کے خلاف سیاسی کارکردگی کے لیے امریکا، جاپان اور دیگر ممالک کا دورہ بھی کیا۔ انگریز اُن کے حوالے سے بہت خدشات اور خوف کا شکار رہتے تھے۔ انگریزوں کے خلاف عالمی مہم کے بعد بالآخر عملی جہاد کے لیے تیراہ آگئے اور عملی جہاد کا آغاز کر دیا۔ انہوں نے بہت کامیاب جنگیں لڑیں۔ آخر میں چند بے وفاؤں کی جانب سے ایک سازش میں انگریزوں کے ہاتھ قید کرا دیے گئے۔ اس کے بعد اُن کی زندگی موت کا کچھ پتا نہیں چلا۔

'مولانا سیف الرحمن' ایک جید اور مشہور عالم تھے۔ جب وہ ہندوستان میں فتح پور میں مدرسہ کے مہتمم تھے تو انہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیا۔ وہ اصل میں افغانستان کے تھے اور طلبِ علم کے لیے ہندوستان گئے تھے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی کے شاگرد اور سیاسی جہاد میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے قریبی دوست تھے۔ افغانستان میں حکومت کی توجہ انگریز کی مخالفت کی جانب انہوں نے ہی مبذول کرائی تھی۔ ہندوستان میں ان پر انگریزوں کا دباؤ بڑھا، جہاں سے وہ سوات، بونیر اور باجوڑ کے راستے سے افغانستان آئے اور یہاں سے انگریزوں کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیا۔ ہمارے علماء کا ایک اور استعمار مخالف چہرہ ملا حاجی فضل واحد رحمہ اللہ ہیں۔ جو ترنگ زو حاجی صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ انگریزوں کے خلاف اپنی جنگ کی وجہ سے عالمی شہرت رکھتے ہیں۔ وہ ابو بکر اخندزادہ کے شاگرد اور ہڈی ملاصاحب کے خلیفہ تھے۔ ترنگ زو حاجی صاحب مالاکنڈ کی جنگ میں شریک رہے۔ 1901ء میں نجم الدین اخندزادہ صاحب کے نائب کے طور پر مجاہدین کے رہنما مقرر کیے گئے۔ انہوں نے افغانستان کی آزادی کے لیے جہاد میں مومند قبائل کی قیادت میں 'ڈکہ' پر حملہ کیا۔ مالاکنڈ کی جنگ میں انگریزوں کے خلاف شدید جنگیں لڑیں۔ انہوں نے انگریزوں کی ساری پلٹن تباہ کر دی۔ بالآخر انگریزوں کو مذاکرات پر مجبور کر دیا۔ ہندوستان کی جنگ آزادی کی تحریک کے رہنما شیخ الہند محمود الحسن رحمہ اللہ سے ان کے مضبوط تعلقات تھے۔ وہ شیخ الہند کی رہنمائی میں بہت جہادی سرگرمیوں میں شریک رہے۔ اسی طرح اپنے ایک منظم گروپ کے ذریعے بہت سے دینی مدرسے بھی قائم کیے، تاکہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کریں اور جہاد کے لیے تیار ہو جائیں۔ ان کے مشہور مدارس کڈی، اتمانزو اور حمزہ خان کے مدارس ہیں، جہاں سے بہت سے طلباء نے استفادہ کیا۔

چکنور ملاصاحب بھی افغانستان کے مجاہدین میں سے ایک بڑے مجاہد تھے۔ وہ افغانستان کے جہاد میں بڑا کردار رکھتے تھے۔ انہوں نے آزادی کے حصول میں اہم کردار ادا کیا۔ جب سپہ سالار صالح محمد خان کو ڈکہ میں شکست ہوئی اور ننگرہار سقوط کے خطرے سے دوچار ہو گیا تو دیگر علماء اور مجاہدین سمیت چکنور ملاصاحب نے دفاع کے لیے عوام کو جہاد کے لیے تیار کیا۔ انہوں نے عوام کو اپنی عالمانہ قیادت میں ابھار کر جلال آباد شہر کا دفاع کیا۔ اسی طرح کئی علماء بہت مشہور ہیں اور انہوں نے بہت سی جنگیں لڑی ہیں۔ جیسے مولوی فضل ربی، مولانا فضل محمود مخفی، مولانا منصور انصاری، قاضی صاحب ہیبت شاہ، الین گار فقیر صاحب، اپی فقیر صاحب، لنڈورو پیر صاحب، مولوی عبدالخلیل اور دیگر ہزاروں علماء، جنہیں افغان مسائل کے حوالے سے آج بھی لوگ یاد کرتے ہیں۔ ان آثار آج بھی باقی ہیں۔ افغانستان کی آزادی اور خودمختاری کے سلسلے میں انگریزوں کے خلاف جہاد کی وجہ سے انہیں آج بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ان علماء کے آثار آج بھی بہت سی جگہوں پر موجود ہیں، جیسے قندھار میں 'شہداء چوک۔' اس چوک پر شہداء کی یاد میں اب بھی ایک مینار موجود ہے۔ ان شہداء کی اکثریت مدارس اور مساجد کے طلباء کی تھی۔ انہوں نے خالی ہاتھوں سے انگریزوں کے کانوائے پر حملے کیے۔ اسی مقام پر شہید ہو گئے اور یہیں مدفون ہوئے۔ اب اس مقام پر مینار کھڑا ہے اور اس چوک کو 'شہداء چوک' کا نام دیا گیا ہے۔

جیسا کہ اجمالی طور پر انگریزوں کے خلاف علماء کا جہادی کردار مختصراً پیش کر دیا ہے۔ اب ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کی حسن تدبیر اور ملت کو جگانے میں ان کا کردار تفصیل سے پیش کروں۔ جب امان اللہ خان نے اپنے والد کی وفات کے بعد بادشاہت کا اعلان کیا اور کابل کے شور بازار کے حضرت صاحب نور المشائخ فضل عمر مجددی قدس اللہ سرہ کی جانب سے کابل عید گاہ مسجد میں ان کی بادشاہت کی پگڑی انہیں پہنائی گئی اور اسی روز اسی وقت افغانستان کی آزادی و خودمختاری کا اعلان کیا گیا۔ ماضی میں ان کے باپ اور دادا کے دور میں افغانستان بیرونی سیاست میں آزادانہ کردار ادا نہیں کر سکتا تھا اور انگریزوں کے اثر و رسوخ کا شکار تھا۔ صرف اندرونی خودمختاری کا حامل تھا۔ امان اللہ خان نے یہ جرأت کی کہ افغانستان کی آزادی اور خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان میں وہ اکیلے نہیں تھے، بلکہ اس میں ان کی پشت پر علماء، روحانی بزرگ، قومی رہنما اور پوری قوم کھڑی تھی۔ اس پر انگریزوں نے افغانستان کی خودمختاری اور نئی حکومت کو تسلیم نہیں کیا اور جنگ کی آگ جلا ڈالی۔ وہ چاہتے تھے کہ افغانستان پر حملہ کر دیں اور افغانستان کی آزادی کا اعلان اور مطالبہ مسترد کر دیا جائے۔ اسی لیے افغانستان کے دفاع کے لیے سپہ سالار محمد نادر شاہ جنوبی افغانستان کے لیے اور سپہ سالار صالح محمد خان مشرقی محاذ یعنی جلال آباد اور خیبر کے دفاع کے لیے مقرر کیے گئے۔ قندھار کے محاذ پر سپین بولدک کے قلعہ جدید پر انگریزوں نے خود چمن کی جانب سے حملہ کیا اور مجاہدین کے منظم ہونے سے پہلے ہی سپین بولدک قلعہ پر مجاہدین کی مزاحمت کے بعد قبضے میں لے لیا۔

وہاں مجاہدین نے مزاحمت کی اور قربانی دی۔ بعد ازاں قندھار کے محاذ پر ایک بڑا لشکر تیار ہو گیا۔ مختلف علاقوں سے علماء کی دعوت اور جہاد کی محبت میں بہت سے لوگ اور مجاہدین اکٹھے ہو گئے۔ قندھار کے سیکڑوں علماء میں سے ارغنداب کے محمد رسول اخندزادہ صاحب، محمد حسن اخندزادہ صاحب اور عبدالحمید اخندزادہ

صاحب بہت مشہور ہیں۔ ان علماء کے روحانی اور علمی رسوخ کی بناء پر بہت سے شاگرد اور مریدین و متعلقین جہاد کے لیے تیار ہوگئے۔ ہزاروں افراد پر مشتمل فوج تیار کر لی گئی۔ اس فوج کا رعب انگریزوں پر اتنا پڑا کہ چمن اور کوئٹہ میں بھی وہ تشویش میں مبتلا ہوگئے، مگر امان اللہ خان کی کاہلی اور انگریزوں کے ساتھ مصالحت کی وجہ سے یہ فوج معطل ہوگئی اور جنگ نہ ہو سکی۔ جنوبی علاقوں خوست اور پکتیا کے محاذ کے لیے جب امان اللہ خان نے سپہ سالار محمد نادر شاہ کو کمان دی تو انہوں نے کابل کے شور بازار سے حضرت صاحب شمس المشائخ فضل محمد مجددی قدس سرہ اور نورالمشائخ فضل عمر مجددی قدس سرہ کو اپنے ساتھ لینے کا مطالبہ کیا اور امان اللہ خان سے کہا: 'کمال شوق اور محبت سے حاضر ہوں۔ چاہتا ہوں کہ وطن کی خدمت کے لیے اس نازک موقع پر فوراً جہاد کے لیے جنوبی سمت کی جانب عازم سفر ہو جاؤں۔ بس اتنی اجازت چاہیے کہ ارجمند شاہ ولی خان کے ہمرکاب رہوں اور شاہ محمود خان اور جناب حضرت صاحب شور بازار کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔'

چوں کہ حضرت صاحب نورالمشائخ اور ان کے بھائی شمس المشائخ رحمہا اللہ کے لوگر، پکتیا، خوست، پکتیکا، غزنی اور زابل میں لاتعداد متعلقین اور مریدین تھے۔ اس لیے نادر شاہ نے ملکی خود مختاری کے حصول کے لیے ان کا کردار ضروری سمجھا۔ حضرت صاحب نور المشائخ انگریزوں کے خلاف جنگ کی عالمی شہرت رکھتے تھے۔ اس لیے مجاہدین نے اس لشکر میں حضرت صاحب کو ایک اہم رہنما کی حیثیت سے شریک کیا اور مختلف علاقوں میں جہاد کی دعوت کی وجہ سے ہزاروں افراد ان کے لشکر میں جمع ہوگئے۔ گیارہ رمضان المبارک کو پکتیا کے علاقے زرمت میں حضرت روحانی رحمہ اللہ کے مزار پر ہزاروں مجاہدین جمع تھے۔ حضرت نورالمشائخ نے اپنے بیان میں ان سے جہاد کی اہمیت اور وطن کی خود مختاری کی ضرورت و اہمیت اور افغانستان کی سابقہ تاریخ یوں بیان کی: 'برادران حقیقی و دینی! خالق کون و مکان نے اپنے خاص بندوں کو جو مسلمان ہیں، جہاد کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ کفار و منافقین کے مقابلے میں سخت رہنے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح کفار کی ولایت خاصہ یا عامہ سے مسلمانوں کو آزاد قرار دیا ہے۔ مسلمانوں کو صاحب اختیار اور آزاد بنایا ہے۔ جب سے احمد شاہ ابدالی نے مملکتِ افغانستان کی بنیاد اصولِ دین پر رکھی ہے، اس نے کبھی غلامی کو قبول نہیں کیا۔'

ایک اور بیان میں انہوں نے افغانستان کی سابقہ حکومتوں کی نیم غلامی کی شکایت کی اور انگریزوں کے سیاسی تسلط کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: 'ہم نے ان قبوں اور محلات کو جو نصرانیت نے ہم بے چارے مشرقی لوگوں پر ظلم اور حرص کے ساتھ لندن اور دیگر شہروں میں بنائے ہیں، کا بوجھ کبھی بھی اپنے کاندھوں پر نہیں اٹھایا اور نہ کبھی اٹھائیں گے۔ سبحان اللہ کتنا بڑا فخر ہے۔ اگر ہم شہید ہو جائیں تو جنت الفردوس ہمارا ٹھکانہ ہے۔ اگر زندہ رہیں اور مجاہد رہیں تو یہ ہمارے لیے دارین کی سعادت کا باعث ہے۔ ایسی سعادت کہ قدسیوں کو بھی اس پر رشک آئے۔ آج قوم اور فوج، پیر و جوان، شیخ اور عالم، کسان اور خان سب اس بات پر متفق ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی آزادی اور خود مختاری اپنے جان مال، اولاد اور خاندان کی قربانی دے کر حاصل کریں گے۔ یہ فقیر التجاء کرتا ہے کہ آج کے دن افغانستان کی تمام اقوام نعرۂ جہاد و استقلال بلند کریں اور اعلان جہاد پر لبیک کہیں۔ سلیمان خیل قوم سے چھ ہزار جوان میدان جنگ میں حاضر ہو چکے ہیں۔'

چوں کہ حضرات کرام کا اثر و رسوخ زیادہ تھا۔ اس لیے ان علاقوں کے تمام مسلمانوں، طلباء اور غیور عوام افغانستان کی آزادی کے لیے کمربستہ ہوگئے۔ ان کی حسن تدبیر، نادر شاہ کے اخلاص اور علماء سے مشاورت کی وجہ سے افغانستان کے اس لشکر سے انگریزوں کے دلوں میں رعب پڑ گیا۔ وہ مسلسل شکست کھانے لگے۔ محسود اور وزیر قبائل کے مجاہدین اور علماء بھی ان کے ساتھ رہے۔ سپین وام، میران شاہ اور ٹل فتح کر لیے گئے۔ باوجود یہ کہ انگریزی فوج بہت منظم اور تربیت یافتہ تھی اور اس کے پاس عسکری وسائل بھی بہت زیادہ تھے، مگر افغانستان کے غیور عوام کا مقابلہ نہیں کر سکے۔ اگر امان اللہ خان نے انگریزوں سے جنگ بندی کا اعلان نہ کیا ہوتا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ مجاہدین کی یہ فوج اور اللہ کا یہ لشکر سرحد سے پنجاب تک پہنچ جاتا اور افغانستان کے لیے ایک بڑا صوبہ حاصل کر لیتے۔

جنوبی محاذ میں قربانیاں دینے کو نورالمشائخ اور شمس المشائخ صاحبان کو امان اللہ خان کی جانب سے نورالمشائخ اور شمس المشائخ کے القابات دیے گئے۔ ان کے کارروائیوں اور عسکری جدوجہد کی ستائش کی گئی۔ اس جنگ میں دیگر ہزاروں علماء کے علاوہ موسیٰ اخندزادہ، مولانا حمد اللہ، احمد جان خان، قاضی صاحب عبدالرحمن پغمانی (جنہیں بعد ازاں امان اللہ خان نے شہید کروا دیا)، اتمان زوملا صاحب، ملا عبدالرشید شہید رحمہا اللہ (جو بعد ازاں امان اللہ خان کے اسلام مخالف آئینی اقدامات کے خلاف ملا عبداللہ شہید رحمہ اللہ سے ملے۔ جہاد کیا اور شہید ہوگئے)، ملا عبدالحمید غزنی صاحب، غلام رسول صاحبزادہ صاحب اور دیگر مشہور شخصیات شریک رہے۔

مشرقی محاذ پر صالح محمد خان کی قیادت میں فوج بھیجی گئی اور اسے حکم دیا گیا کہ مولانا عبدالرزاق رحمہ اللہ کی مشاورت کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھائیں۔ مولانا عبدالرزاق (مولانا عبدالرزاق انڈڑ کے نام سے زیادہ شہرت رکھتے ہیں) افغانستان کے جید علماء میں سے تھے۔ وہ انگریز دشمنی میں عالمی شہرت رکھتے تھے۔ ریاضیات میں خصوصی مہارت اور شہرت رکھتے تھے۔ انہوں نے مولانا رشید احمد گنگوہی کے شاگرد اور ان کی ہدایت اور مشوروں پر انگریزوں کے خلاف جنگ کا آغاز کیا تھا۔ انگریزی دائرۃ المعارف ہوا ز ہونے ان کے حوالے سے لکھا ہے: 'وہ ایک صاحب استعداد عالم، شاہی مدرسہ کے مدرس اور انگریزوں کے شدید مخالف تھے۔ وہ ہمیشہ آزاد قبائل میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھتے۔ تمام قبائل میں ان کا بہت احترام کیا جاتا تھا۔ امان اللہ خان نے ایک خط کے ذریعے مولانا صاحب سے امید ظاہر کی کہ قبائل کو تیار کرنے میں ان کا تعاون کریں۔ اور انگریزوں کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیں۔ مولانا صاحب نے بھی اپنی سرگرمی کا آغاز کر دیا اور ایک وفد دیر کے نواب اورنگزیب خان کے ہاں بھیجا کہ جہاد میں حصہ لیں۔ دوسرا وفد مولانا فضل محمود مخفی کی قیادت میں سوات بھیجا تا کہ سوات کے اخند صاحب کے پوتے میاں گل صاحب کی جانب سے مجاہدین تیار کیے جا سکیں۔ امب اور دربند کو بھی وفود بھیجے۔ ایک اور وفد بونیر اور کوہستان کے علاقوں میں بھیجا۔ اسی طرح ایک وفد باجوڑ کے خان محمد جان خان کو بھیجا۔ خود مولانا صاحب نے آزاد قبائل میں ایک جرگہ بلایا۔ سب سے بڑا جرگہ (چارمنگ کے علاقے میں بابڑی ملا صاحب کے اثر و رسوخ کا کے علاقہ میں) بلایا گیا، جس میں علماء، سادات، مشائخ اور قومی رہنماؤں نے شرکت کی۔ جرگے کی کچھ قراردادیں حسب ذیل ہیں:

1) جب تک افغانستان انگریزی استعمار سے آزاد نہیں ہو جاتا، جنگ جاری رہے گی۔

2) ہر گھر کے چار افراد میں سے ایک جہاد پر جائے گا۔ ایک مہینے بعد تبادلہ ہو گا۔ اس کی جگہ ایک اور فرد جہاد پر جائے گا اور یہ سلسلہ مکمل آزادی تک جاری رہے گا۔

3) جو فرد بھی جہاد پر جائے گا، اپنے لیے ایک مہینے کی خوراک اور ضروریات اپنے ساتھ لے کر جائے گا۔

4) ہر قوم کا بہادر اور تجربہ کار فرد ان کے کمانڈر کی حیثیت سے مقرر کیا جائے گا۔

5) ہر قوم کی قیادت ان کے روحانی مشائخ اور علماء کے ہاتھ میں ہوگی، تاکہ لوگ ان کی پوری اطاعت کریں۔

6) ہر قوم اپنے مجاہدین کے برابر خرچ دے گی۔

7) تمام قبائل کے عمومی کمانڈر الحاج مولانا عبدالرزاق ہوں گے۔

اس لیے مولانا صاحب نے مومند اور چارمنگ کے مجاہدین کی کمان بابڑی ملا صاحب کے حوالے کر دی۔ دیگر قبائل کے لشکروں کی کمان ترنگ زو حاجی صاحب مولانا فضل واحد کو دی گئی۔ انہوں نے شب قدر اور دیر کے مضافات پر حملے کرنے تھے۔ سالارزو کے مجاہدین مولوی امیر الدین کی کمان میں تھے۔ تمام قبائل نے مختلف راستوں سے پشاور پر حملہ کرنا تھا۔ مولانا عبدالرزاق نے صالح محمد خان کو لکھا کہ 'جب تک ہم اطلاع نہ دیں، آپ ڈکہ پر حملہ مت کریں، مگر افسوس کہ قبائلی لشکروں اور دیگر اقوام کی تیاری سے پہلے ہی صالح محمد خان نے حملہ کر دیا۔ پھر انگریزوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور انتہائی بے تدبیری سے پسپائی اختیار کر لی۔ صرف پاؤں کی ایک انگلی پر زخم آنے سے شکست کا راستہ اختیار کر لیا۔ اس کی شکست کے ساتھ ہی انگریز فوج کو حوصلہ ملا تو اس نے جلال آباد پر حملہ کرنے کی کوشش کی، مگر دیگر مجاہدین اور علماء نے وسیع جنگ کا اعلان کر دیا۔ ان علماء میں اسلام پوری کے شیخ باچا صاحب میر جان، چکنور کے ملا صاحب میر سید باچا اور دیگر مجاہدین اور رہنماؤں نے عوام کو بیدار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

جلال آباد کو دشمن کے حملے سے بچا لیا گیا۔ اس طرح مولانا صاحب کا مرتب کردہ پروگرام (جو کشمیر سے راولپنڈی تک چار لاکھ کی فوج تیار کی گئی تھی اور پشاور پر قبضے کا مکمل منصوبہ بنایا گیا تھا) صالح محمد خان کی بدنظمی اور بے تدبیری اور عین وقت پر مشاورت نہ ہونے کے باعث ناکام ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی امان اللہ خان کی جانب سے جنگ بندی اور مذاکرات کے بے جا اقدام سے علماء اور مجاہدین کا وہ منصوبہ بھی ناکام ہو گیا، جس میں افغانستان کا وہ حصہ انگریزوں کے قبضے سے واپس لیا جانا تھا، جو انگریزوں کے دباؤ کے باعث امیر عبدالرحمان خان کے دور میں ڈیورنڈ لائن کے نام سے الگ کر لیا گیا تھا۔ انگریز اپنے پرانے مورچوں کی طرف گئے اور لاکھوں مجاہدین جہاد کے جذبے اور ولولے کے ساتھ مایوسی کا شکار ہو کر منتشر ہو گئے۔ (بشکریہ مجلہ 'اذان')

صدر ٹرمپ اعلانِ شکست کریں گے

سیف العادل احرار

امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے عہدۂ صدارت سنبھالنے کے بعد اعلان کیا تھا کہ وہ افغانستان اور جنوبی ایشیا سے متعلق نئی حکمت عملی جاری کریں گے۔ انہوں نے افغانستان سے متعلق قومی سلامتی کے مشیروں، فوجی جرنیلوں اور اعلی امریکی حکام سے کئی بار ملاقاتیں کیں۔ ان سے سخت سوالات کر کے انہیں لاجواب کیا۔ ٹرمپ نے افغان جنگ پر مایوسی کا اظہار کیا اور جرنیلوں سے استفسار کیا کہ سولہ برس گزرنے کے باجود وہ افغانستان میں کامیابی کیوں نہیں حاصل کر سکے؟ انہوں نے ایک موقع پر افغانستان میں امریکی فوجیوں کے سربراہ جنرل نکلس کو برطرف کرنے کا بھی اشارہ دیا۔ ٹرمپ نے انتخابات جیتنے کے بعد عندیہ دیا تھا کہ وہ افغان جنگ کا خاتمہ کر کے وہاں سے اپنی تمام فوج نکالیں گے، لیکن لگتا یہ ہے کہ وہ بھی امریکی اسٹیبلشمنٹ کے دباؤ کے زیرِ اثر آگئے ہیں۔ انہوں نے توقع کے برخلاف افغان جنگ کو جاری رکھنے کا اعلان کیا اور حیرت انگیز طور پر کہا کہ ہمارا مقصد افغانستان کی تعمیر نو، نہیں بلکہ دہشت گردوں کا خاتمہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا کام افغانستان کی تعمیر نو نہیں اور نہ ہی ہم افغانستان کے معاملات میں مزید مداخلت کریں گے۔ افغانستان کو دی جانے والی امریکی فوجی امداد بلینک چیک نہیں۔ افغان حکومت کرپشن ختم کرنے اور منشیات کی روک تھام میں ناکام رہی ہے۔ افغانستان میں بیس سے زائد دہشت گرد تنظیمیں فعال ہیں۔ انہوں نے فوجی تعداد بڑھانے یا کم کرنے کے بارے میں کچھ بتایا ہے اور نہ ہی افغانستان سے اپنی فوج کے انخلا کے بارے میں وضاحت کی ہے، بلکہ امریکی تاریخ کی طویل جنگ کو مزید جاری رکھنے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ ہم عراق سے جلد بازی میں نکل گئے، جس کا فائدہ دہشت گردوں نے اٹھایا۔ عراق کی طرح انخلا کی غلطی افغانستان میں نہیں دہرائیں گے۔ انخلا کی صورت میں ممکنہ نتائج کا پتا ہے۔ انہوں نے پاکستان کی 'قربانیوں' کا اعتراف تو کیا، لیکن مجاہدین اور دیگر گروپوں کو محفوظ پناہ گاہیں فراہم کرنے پر سنگین نتائج کی دھمکیاں بھی دیں۔ مجموعی طور پر صدر ٹرمپ کی پالیسی میں کوئی نئی بات شامل نہیں تھی، لیکن پھر بھی مختلف زاویوں سے اس پالیسی کا جائزہ لیا جارہا ہے۔ مختلف ممالک اور حلقوں کی جانب سے اس پالیسی پر رد عمل سامنے آیا ہے۔

ٹرمپ کی نئی حکمتِ عملی پر روس، چین اور پاکستان نے رد عمل ظاہر کرتے ہوئے اس کو مایوس کن قرار دیا ہے۔ چین کی وزارت خارجہ کے ترجمان نے کہا کہ پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف 'اہم قربانیاں' دی ہیں۔ ٹرمپ کی نئی حکمت عملی مایوس کن ہے۔ روس نے بھی نئی امریکی پالیسی کو مایوس کن قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس پالیسی میں داعش اور انسداد منشیات کے بارے میں کچھ وضاحت شامل نہیں ہے۔ پاکستان نے بھی اس پالیسی پر شدید رد عمل ظاہر کرتے ہوئے اسے مسترد کر دیا ہے۔ افغانستان میں امارت اسلامیہ، عوام، حامد کرزئی اور دیگر اہم رہنماؤں نے ٹرمپ کی نئی حکمت عملی کو مسترد کیا ہے۔ امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے کہا کہ اگر امریکا افغان سرزمین سے انخلا نہیں کرتا تو افغانستان کو امریکی فوج کا قبرستان بنا دیا جائے گا۔ ان کا کہنا تھا کہ ٹرمپ کی تقریر میں کچھ بھی نیا نہیں تھا، بلکہ ایک مبہم تقریر تھی۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ امریکا افغانستان میں اپنے فوجیوں کو ضایع کر رہا ہے۔ کیوں کہ ہم جانتے ہیں ہمیں اپنے خطے کی کس طرح حفاظت کرنی ہے؟! نئی امریکی پالیسی سے خطے میں کچھ بھی تبدیل نہیں ہو گا۔ ہم کئی نسلوں سے یہ جنگ لڑ رہے ہیں اور اس جنگ سے ہم خوف زدہ نہیں، بلکہ تازہ دم ہیں۔ اس جنگ کو آخری امریکی فوجی یا اپنے خون کے آخری قطرے تک جاری

رکھیں گے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ امریکی صدر کے حالیہ بیان سے صاف واضح ہے کہ موجودہ افغان حکومت امریکا کی کٹھ پتلی ہے۔ حامد کرزئی نے بھی پالیسی پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ امریکا جنگ کے بجائے پڑوسی ممالک کے ساتھ مل کر قیام امن کے لیے کوشش کرے۔ طالبان (مجاہدین) کو مذاکرات کی میز پر بٹھائے۔ انہوں نے امریکا کو خبردار کیا کہ ڈرون اور فضائی حملوں میں اضافہ کرنے سے طالبان (مجاہدین) کو کم اور شہریوں کو زیادہ نقصان ہوگا۔ جب کہ اس کا فائدہ بھی طالبان (مجاہدین) اٹھائیں گے، کیوں کہ اس سے افغان قوم میں طالبان (امارت اسلامیہ) کی حمایت بڑھے گی۔

امریکا کے اندر نئی حکمت عملی پر سابق صدور اور اہم رہنماؤں نے منفی ردعمل ظاہر کیا ہے۔ سابق صدر بش نے کہا کہ ہم نے القاعدہ اور طالبان (مجاہدین) کی فوجی قوت کو ختم کرنے کے لیے افغانستان پر حملہ کیا، لیکن سولہ سال گزرنے کے باوجود ہم طالبان (مجاہدین) کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں ناکام رہے ہیں۔ سابق صدر بارک اوباما نے کہا کہ مجھے افغان جنگ وراثت میں ملی تھی۔ ہم نے افغانستان میں مزید تیس ہزار فوجی بھیجنے کی منظوری دی۔ فضائی حملوں کی تعداد میں بھی اضافہ کیا۔ رات کے چھاپوں اور غیر قانونی گرفتاریوں جیسے اقدامات کے باعث جنگ میں شدت آئی ہے، لیکن اس کے نتائج توقع کے برعکس برآمد ہوئے۔ عوام میں امریکا کے خلاف نفرت اور طالبان (مجاہدین) کی قوت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ اس لیے پھر ہم مجبور ہو گئے کہ وہاں تعینات ایک لاکھ تیس ہزار امریکی فوجیوں کی تعداد کم کر کے 8 ہزار 8 سو فوجیوں کو باقی رکھا جائے۔ ٹرمپ نے بھی صدر منتخب ہونے کے بعد کہا تھا کہ وہ افغانستان میں جنگ کا خاتمہ کریں گے اور وہاں مزید اپنے ملک کے پیسے ضایع نہیں کریں گے۔

مبصرین کا خیال ہے کہ امریکی حکام افغانستان سے متعلق پریشان کن صورت حال سے دوچار ہیں۔ گزشتہ سولہ برس کے دوران امریکا نے افغانستان میں امریکی فوج کے 17 فوجی کمانڈروں کو تبدیل کیا ہے۔ کبھی فوجیوں کی تعداد بڑھانے، کبھی کم کرنے، کبھی جنگ اور کبھی مصالحت پر زور دیا جاتا ہے۔ ہمیشہ متضاد خیالات کا اظہار سامنے آتا ہے۔ کابل میں سیاسی امور کے تجزیہ نگار وحید مژدہ نے اس پالیسی پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ ٹرمپ کی حکمت عملی میں امن کے بجائے جنگ پر زور دیا گیا ہے۔ جنگ اور طاقت کے استعمال سے کبھی مسائل حل نہیں ہوں گے۔ بش اور اوباما کی طرح ٹرمپ کی پالیسی بھی ناکام رہے گی۔

امریکا نے افغانستان پر حملہ کیا اور نیٹو سمیت چالیس کے قریب ممالک کے ڈیڑھ لاکھ فوجیوں کو تعینات کیا اور اربوں ڈالر خرچ کرنے کے باوجود اب تک مطلوبہ امن وامان قائم نہیں کیا جاسکا۔ ایک رپورٹ کے مطابق امریکا 2001 سے اب تک افغانستان میں 841 ارب ڈالر خرچ کر چکا ہے۔ فورسز کی تربیت، انسداد منشیات اور تعمیر نو سمیت مختلف منصوبوں پر مجموعی طور پر امریکا کا خرچ بیس کھرب ڈالر تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کے باوجود افغانستان میں مجاہدین کی فوجی قوت اور اثرو رسوخ کو ختم کیا جاسکا اور نہ کرپشن ختم ہوئی۔ نہ ہی اقتصادی صورت حال میں بہتری آئی ہے۔ مغربی میڈیا کی رپورٹس کے مطابق افغان حکومت کی رٹ صرف 52 فیصد رقبے پر قائم ہے، جب کہ باقی رقبے پر مجاہدین کا کنٹرول ہے۔ 16 صوبوں میں امارت اسلامیہ کا مکمل یا نصف سے زیادہ کنٹرول قائم ہے۔ اس کے علاوہ امریکا نے افغانستان میں 4 . 8 ارب ڈالر منشیات کے خاتمے پر لگائے، مگر افیون کی کاشت کا رقبہ 2001 میں 8 ہزار ایکٹر سے بڑھ کر 2 لاکھ ہیکٹر پر پہنچ گیا۔ جب کہ افیون کی پیداوار ابھی 185 ٹن سے بڑھ کر 8 ہزار ٹن سے زائد ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ اربوں روپے کے منصوبے کرپشن کے باعث ناکام ہوئے۔ امارت اسلامیہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے باعث فوجی قوت میں مسلسل اضافہ امریکا کی ناکامی کا واضح ثبوت ہے۔ مجموعی طور پر اہم ممالک سمیت تمام حلقوں نے امریکا کی نئی حکمت عملی مسترد کر کے اسے سابقہ پالیسی کا تسلسل قرار دیا، جس کے نتائج وہی ہوں گے، جو گزشتہ سولہ سال سے ہمارے سامنے ہیں۔ جب کہ دو تین سال بعد ٹرمپ بھی اوباما کی طرح افغانستان میں اپنی ناکامی کا اعتراف کریں گے۔

اسلام کی تازگی دُکھ دیتی ہے!

محمد فرہاد جانباز

اسلام کا تجزیاتی مطالعہ کرنے والے غیر مسلم (کافر) اپنے اِس عمل کا مقصد یہ بتاتے ہیں کہ 'ہم دنیا کے سامنے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ یہ مذہب (اسلام) حقیقت، فطرت اور عقل کے کتنا قریب ہے؟' یعنی بالفاظِ دیگر: یہ مذہب حقیقی، فطری اور عقلی طور پر کتنا درست ہے؟ وہ اس کے لیے مطالعۂ اسلام کے دوران قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور تاریخ اسلام کے واقعات کے سلسلے میں نکتہ چینی اور تنقیدِ محض کے لیے عجیب طرح کا طرز اختیار کرتے ہیں۔ وہ اپنی اُس عقل کے ذریعے 'مکمل درست حالت میں دستیاب اسلام' کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، جسے درست اور علمی معنوں میں 'عقل' تسلیم ہی نہیں کیا جاسکتا۔ ذرا سی مثال لیجیے؛

آپ دین سے دور دور رہنے والے یا علمی بنیادوں پر عملی طور پر کمزور مسلمان کو اُس کی کسی بھی ایمانی کمزوری کے سلسلے میں درست راستے کی طرف رہنمائی کرنا چاہیں گے تو وحی کی روشنی سے کنارہ کش رہنے کی وجہ سے وہ بہت بے ہودہ اور انتہائی فضول درجے کی تاویلات گھڑ کر اپنی 'غلط معلومات' کا دفاع کرنے لگے گا۔ اُس کا یہ دفاعی رویہ سنجیدہ دلیل کے نقطۂ نظر سے مکمل غیر عقلی اور غیر منطقی اس لیے ہے کہ اُسے اپنی عقل کو وحی کی روشنی سے جس قدر منوّر کرنے کی ضرورت تھی، وہ اِس بنیادی ضرورت کی طرف توجہ نہ دے کر اِسے پورا کرنے کی فکر نہیں کرسکا۔ چوں کہ 'وحی' ایک ایسی 'روشنی' ہے، جو اللہ تعالی کی وحدانیت، رسول اللہ ﷺ کی رسالت، آسمانی کتب کی حقانیت، فرشتوں موجودگی، قیامت و آخرت کے وقوع اور جنت و جہنم کے فیصلے کے سلسلے میں کسی بھی انسان کو درست عقیدہ، درست فکر اور درست راہِ عمل دکھاتی ہے۔ اگر کسی انسان کے پاس یہ روشنی نہ ہو تو وہ عقائد، افکار و خیالات، اعمال و اقدامات کے سلسلے میں ہمیشہ بھٹکا رہتا ہے۔ یہی بھٹک اُس کے لیے دنیاوی اور اُخروی دونوں لحاظ سے نقصان دِہ ثابت ہوتی ہے۔ اور ایسا شخص جب بھی کسی کام میں ہاتھ ڈالے گا، اپنی غیر روشن عقل کی وجہ سے ہمیشہ خود بھی خسارے میں رہے گا اور دوسروں کو بھی اس میں مبتلا کرے گا۔ اس لیے بھی اسلام نے مسلمانوں کے لیے غیر متقی اور فاسق و فاجر کی حکمرانی کو پسند نہیں کیا اور تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔

بالکل یہی معاملہ کسی بھی مستشرق کا ہے۔ عموماً مستشرقین میں تین طرح کے لوگ ہوتے ہیں: عیسائی، یہودی اور ملحد۔ تینوں کا بظاہر مقصد 'اسلام کا تجزیاتی مطالعہ ہے۔' مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے غلط افکار اور اسلام دشمنی کی وجہ سے لوگوں کی نظر میں اسلام کی حقانیت کو مشکوک کرنا چاہتے ہیں۔ اگر اِن کے استشراقی مطالعے سے متاثر ہونے والا غیر مسلم ہے تو وہ اسلام سے مزید دور ہو جائے گا۔ اور اگر استشراقی مطالعے کے نتیجے میں شکوک و شبہات میں پڑنے والا مسلم ہے تو وہ اسلام کو خیر باد کہہ دے گا۔

'علوم اسلامیہ اور مستشرقین' نامی کتاب کے مندرجات کے مطابق:

'مستشرقین کی تحقیقات اور مطالعات کا منہاجیاتی، تنقیدی اور علمی جائزہ بتاتا ہے کہ لباسِ مجاز میں حقیقتِ منتظر کچھ اَور ہی ہے۔ اور یہ حقیقتِ منتظر یہ ہے کہ اسلام، اسلامی تہذیب اور عربی اسلامی علوم و فنون کی تصویر کو مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے۔ استشراقی مطالعات سیاسی، سامراجی اور نسل پرستانہ پس منظر سے خالی نہیں ہیں۔ ان کی تحقیقات سے جو نتائج سامنے آتے ہیں، اُن کا لب لباب مندرجہ ذیل نکات کے گرد گھومتا ہوا نظر آتا ہے:

1) قدرتی، نسلی، جغرافیائی اور موسمیاتی خصوصیات کے لحاظ سے عربی عنصر ایک پس ماندہ عنصر ہے۔ اس میں آزاد فکر و نظر اور ذہنی اُپج (نمو) کی کمی ہے۔ اس کی اپنی کوئی تہذیبی اور جمالیاتی پہچان نہیں ہے۔

2) مذہب اسلام کی تشکیل متعدد بیرونی عناصر (یہودی و مسیحی) کے تعاون سے عمل میں آئی ہے۔ (یعنی اسلام کی تعلیمات یہودیت اور عیسائیت سے کشید کردہ ہیں) یہ ایک سخت گیر قسم کے اوامر و نواہی اور زجر و توبیخ کا مذہب ہے۔ اس میں آزادی اور اجتہاد پر قدغن لگائی گئی ہے۔ نتیجے کے طور پر ایک ایسی قوم سامنے آئی، جس کی اپنی کوئی شخصیت نہ تھی۔ اور جو کسی (غیر طبیعاتی) اُوپری مشیت کی تابع تھی۔

3) اسلام کا تصورِ نبوت و خاتم الانبیاء داخلی تضادات کا حامل ہے۔ اس نبوت کی نفسیاتی تفہیم کی جاسکتی ہے۔ (یعنی یہ ایک غیر آسمانی نبوت ہے) عربوں اور مسلمانوں کے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیاء کے مقابلے میں اصلاحی شخصیتوں سے زیادہ مشابہ ہیں۔

4) علوم اسلامیہ، بلکہ فقہ جیسے علوم کی تشکیل، تدوین اور فقہی مکاتب فکر کے ارتقاء میں بیرونی (رومی) عناصر کا دخل رہا ہے۔

5) تاریخ کے مختلف مراحل میں مسلم علماء اور مفکرین کا کردار صرف یہ تھا کہ انہوں نے کسی قسم کا تخلیقی یا تنقیدی اضافہ کیے بغیر دوسری تہذیبوں اور زبانوں (یونانی، رومی، سریانی، قبطی، ایرانی، ہندی) کے ورثے کو اپنی زبان میں منتقل کر دیا۔

6) ملت اسلامیہ کی تمام بیماریوں کا علاج یہ ہے کہ ذہن، مزاج، انداز اور ثقافت میں مغربی نمونوں کو اپنایا جائے۔'

یہ استشراق کا وہ زہریلا خلاصہ ہے، جسے مستشرقین بظاہر منصفانہ انداز میں اسلام کے تجزیاتی مطالعے کے جام میں پیش کر کے اہلِ اسلام کی ایمانیات کو الحاد کی دلدل میں ڈبو دینا چاہتے ہیں۔ استشراقی زہر ایسا غیر محسوس ہوتا ہے، جسے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ کافی عرصہ قبل ایک اسلامی ملک کے صدر نے منعقد ایک 'سیرت کانفرنس' میں آپ ﷺ کے حوالے سے مقالہ پڑھنے کے لیے ایک مستشرق کو یاد فرمایا تھا۔ استشراقی فکر کا پہلا وار ایمانیات کے قلعے میں شکوک کی دراڑیں ڈالنا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ الحاد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس لیے اہلِ اسلام کو ہر حال میں اپنی قیمتی متاع 'اسلام' کو محفوظ رکھنے کے لیے اسلام کے علمائے حق ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ یہی (اسلام) وہ دولت ہے، جو کسی بھی انسان کو جنت میں لے جانے والی ہے۔

اسلام کی حقانیت و آفاقیت ہی وہ جوہر ہے، جو بے سند یہودیت، تحریف شدہ عیسائیت اور بدعقل الحاد کی چولیں ہلاتا ہے۔ جس کی وجہ سے تینوں طبقوں کے مستشرقین اپنا اپنا زور لگا کر اسلام کو مشکوک ثابت کر کے لوگوں کو اس مذہب سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں، مگر یہ مستشرقین ایسا کرتے کیوں ہیں؟ یہ اہم سوال ہے، جس کے جواب پر خصوصی توجہ دینے اور اس کے بین السطور پر مبہم جوئیانہ انداز میں بہتر غور و خوض کی ضرورت ہے۔ اس سوال کا اولیں جواب یہ ہے کہ:

یہ طبقہ اسلام کے پیروکار نہ ہونے کی وجہ سے وحی کی کرنوں سے بے بہرہ رہ گیا ہے۔ اور یہی انتہائی کسمپرسی اُسے درست نظر و فکر کے سلسلے میں عقلی طور پر مفلوج کر چکی ہے۔ دوسرا جواب اسی 'بدعقلی' پر مبنی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر وہ فرد یا طبقہ، جو ایک طرف اسلام کا پیروکار نہیں ہے اور دوسری اسلام سے انتہا درجے کا بغض اور دشمنی رکھتا ہے۔ اس کی دشمنی اور بغض کی وجہ پستیوں میں ڈوبے ہوئے مغرب کے سوکھے اور بے جڑ 'ورلڈ آرڈر نظام' کے مقابلے میں اسلام کی تروتازگی ہے۔ اسلام کے خلاف معرکے کی کیفیت میں رہنے والوں کو یہ بات بہت دُکھ دیتی ہے کہ 'اسلام ہر طرح کے پرانے، موجودہ اور آئندہ کے زمانے کے لیے، ہر طرح کے چھوٹے بڑے، پیچیدہ اور مشکل معاملے میں بروقت اور ہر لحاظ سے مکمل رہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ مسلمانوں کے سیاسی، اقتصادی اور مختلف بحرانوں کے باوجود اسلام اپنی یہ ابدیت اور تازگی نہیں کھوتا۔'

مستشرقین نے اپنے مطالعات میں مختلف ہتھکنڈوں کے ذریعے اس بات کا بہت ڈھنڈورا پیٹا ہے کہ 'اسلام صرف اور صرف جزیرۂ عرب کے مسائل کے لیے ایک وقتی حل تھا، اب زمانہ جدید ہو چکا ہے۔ اِس زمانے کے مسائل کا اسلام کے پاس کوئی حل نہیں ہے۔' یقیناً بہت سے بے علم اور مکمل اسلامی زندگی سے کنارہ کش رہنے والے نام نہاد مسلمان استشراقی فتنے کا ضرور شکار ہوئے ہیں، لیکن جب استشراقیت کے اِس پروپیگنڈے کو اپنے دماغوں پر سوار کر لینے والی دنیا نے افغانستان میں 'امارت اسلامیہ' کے روپ میں تروتازہ شجرِ اسلام کی ٹھنڈی چھاؤں کے چرچے دیکھے، سنے اور محسوس کیے تو یہ ایک تہلکہ خیز امر تھا، جس کی واقعیت پروپیگنڈا ساز مستشرقین کے لیے موت کا پیغام تھی۔

یقیناً مغرب اِس کُھلے واقعے کو ہر گز برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہوئی کہ وہ اپنے ٹینک، توپیں اور طیارے لیے افغانستان پر چڑھ دوڑا، جس کے نتیجے میں جدید مادی ٹیکنالوجی کی عدم موجودگی کی وجہ سے ایک سانحہ تو ضرور برپا ہو، لیکن اَب دنیا دیکھ رہی ہے کہ اہل اسلام کی روحانی ٹیکنالوجی نے مادیات کو میدانِ جنگ میں وہ تارے دکھائے ہیں، جن کی گردش اہلِ مغرب کو افغانستان کی مٹی میں دفن ہونے کا مژدہ سنا رہی ہے۔

شمالی صوبوں میں جہادی کامیابیاں

شاہد غزنیوال

رواں سال کے موسم بہار کے آغاز سے ہی امارت اسلامیہ نے منصوری آپریشن کے دوران افغانستان کے شمالی صوبوں کے لیے ایک منظم آپریشن کا منصوبہ تیار کیا تھا۔ اس منصوبے کا ابتدائی مرحلہ تخار اور بدخشان کے صوبوں سے شروع ہوا۔ پھر قندوز، بغلان، بلخ، سمنگان، سرپل، جوزجان، فاریاب اور غور کے صوبوں تک پھیل گیا۔ رواں سال کے آپریشن کے ابتدائی چھ ماہ میں اس عسکری منصوبے کے نتائج بہت مثبت تھے۔ اس آپریشن میں جارحیت پسندوں اور ان کے حوصلہ ہارے ہوئے فوجیوں کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچا ہے۔

اگرچہ مجاہدین نے شمالی صوبوں کے لیے اپنے فوجی پلان کے دوران بہت سی کامیابیاں حاصل کی ہیں، مگر ہم چاہتے ہیں یہاں اختصاراً کے ساتھ چند اہم واقعات کی تفصیل پیش کی جائے۔

۱۔ شمال کے تمام 9 صوبوں میں دشمن کے خلاف مکمل آپریشن کے نفاذ کے ساتھ ساتھ بلخ کی چھاؤنی پر کامیاب آپریشن کیا گیا، جس میں 500 تک فوجی ہلاک ہوئے۔ اسی طرح صوبہ بلخ کے مرکز کے قریب تک آپریشن کے علاقے کی منتقلی… اب عملاً دشمن کے ساتھ جنگ کا خطِ اول مزار شریف کے قریب ضلع چمتال میں واقع ہے۔ اس آپریشن کے لیے شمال کا ڈکٹیٹر جنرل عطاء خود اس آپریشن کے خاتمے کے لیے جنگ میں نکلنے پر مجبور ہوا ہے۔ اس کی قیادت میں نکلی ہوئی فوج کو بھاری جانی و مالی نقصان پہنچا ہے۔

۲۔ قندوز مرکز پر محاصرے کی کڑی تنگ ہونے سے مذکورہ صوبے میں ایک بلند رتبہ امریکی جنرل سمیت متعدد بیرونی فوجی ہلاک ہوئے۔ قندوز شہر کے مضافات میں درجنوں حکومتی اہل کاروں کا محاصرہ ہوا۔ آپریشن کا ایریا شہر کے دروازے تک پہنچ گیا ہے، جس پر عالمی میڈیا نے تیسری بار قندوز شہر پر مجاہدین کے متوقع قبضے کی خبر دی ہے۔ اسی طرح قندوز صوبائی اسمبلی نے مجاہدین کے خلاف حکومتی فوج کی ناکامی کے باعث اپنے دفتر کا دروازہ احتجاجاً بند کر دیا ہے اور صوبہ قندوز کے گورنر اسد اللہ عمر خیل نے اعتراف کیا ہے کہ حکومت قندوز صوبے کے صرف 30 فیصد علاقے پر قابض رہ گئی ہے۔

۳۔ بغلان مرکز پل خمری شہر پر آپریشن میں شدت پیدا ہوئی ہے۔ خود دشمن نے پل خمری دروازے تک مجاہدین کے پہنچنے کا اعتراف کیا ہے۔ جب کہ مذکورہ صوبے کے ضلع تالا اور ضلع برفک مجاہدین کی کارروائیوں میں فتح ہو گئے ہیں۔

۴۔ صوبہ بدخشان کے مختلف علاقوں میں آپریشن اور اس صوبے کا مضافاتی علاقہ زیباک مکمل فتح ہوا ہے۔

۵۔ تخار کے ضلع درقد اور القنا کے اسٹریٹجک علاقے فتح کرنے کے علاوہ اس صوبے کے تمام اضلاع میں آپریشن کا سلسلہ جاری کر دیا گیا ہے۔

۶۔ صوبہ جوزجان کے مختلف اضلاع میں بھی عسکری آپریشن جاری کر دیا گیا ہے۔

۷۔ صوبہ سرپل میں ضلع صیاد کے مضافاتی علاقے مرزا اولنگ کے اسٹریٹجک درے پر مکمل قبضہ ہو گیا ہے۔

۸۔ صوبہ فاریاب کا اہم علاقہ کوہستان فتح ہو گیا ہے۔

۹۔ صوبہ غور کے ضلع تیوری کی تسخیر کے علاوہ تمام صوبے میں فوجی آپریشن کی تیز کر دیا گیا ہے۔

حوصلہ ہارا ہوا دشمن ویسے ہی مجاہدین کے مقابلے کی طاقت ہار چکا ہے۔ وہ اب بہت کمزور دفاعی حالت میں ہے۔ شمالی زون میں مجاہدین کے آپریشن کے عملاً نفاذ کے ساتھ وہ مزید کمزور ہو گیا ہے۔ دشمن کی اس کمزوری کی علامت یہ ہے کہ میڈیا ہر دن مذکورہ علاقوں کے مختلف حصوں میں مجاہدین کی جانب سے انتظامیہ کے عسکری یونٹوں کے محاصرے کی خبر دیتا ہے۔ اس کی حالیہ مثال یہ ہے کہ فاریاب کے ضلع غورماچ میں انتظامیہ کی وزارت دفاع کے مضافات میں 400 فوجی اہل کار محصور ہیں، جو اپنے متعلقہ حکام سے اپنے تحفظ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ جب کہ حکام ان علاقوں میں جانے کی سکت نہیں رکھتے۔ اسی طرح شمال میں آپریشن کے نفاذ کے ساتھ انتظامیہ کے اعلیٰ حکام کے درمیان اعتماد کی فضا بالکل ختم ہو گئی ہے۔ وہ سب ایک دوسرے کے حوالے سے بداعتمادی کا شکار ہیں۔ حالیہ اختلافات کے واقعات اس کی واضح مثال ہیں۔

اب تک شمالی علاقے میں مجاہدین کے منصوبوں نے بہت اچھا نتیجہ دیا ہے۔ متعدد اضلاع انتظامیہ کے اختیار سے نکل چکے ہیں۔ جب کہ دیگر بہت سے علاقوں میں مجاہدین کی کارروائیاں کامیابی کی جانب رواں دواں ہیں۔ امید ہے کہ اس منصوبے کے معینہ مدت کی تکمیل تک مجاہدین مزید کامیابیاں حاصل کر لیں گے۔ ان شاء اللہ۔

دیوانے کا خواب ادھورا رہے گا

سیف العادل احرار

امریکا نے مسلم ممالک میں سیاسی و معاشی بحران اور عدم استحکام پیدا کرنے کے لیے استعماری پالیسیوں کے تحت سب سے پہلے افغانستان پر حملہ کیا۔ اس کے بعد عرب ممالک میں خونریزی کا بازار گرم کیا۔ جب کہ حیرت انگیز طور پر افغانستان میں القاعدہ کی موجودگی کو جواز بنا کر حملہ کیا اور لیبیا میں القاعدہ کے ساتھ مل کر معمر قذافی کی حکومت کا تختہ الٹنے کا منصوبہ بنایا۔ عراق میں اہل تشیع سے مل کر صدام حسین حکومت کا خاتمہ کیا، جب کہ شام میں سنی گروپوں سے مل کر اہل تشیع حکومت کے خلاف محاذ کھولا۔ امریکا چاہتا ہے کہ مسلمانوں کو شیعہ سنی کے نام پر باہم لڑایا جائے۔ عرب ممالک میں ایک منظم منصوبے کے تحت فرقہ واریت، عصبیت اور فساد کی آگ بھڑکانے کی کوشش کی گئی۔ اب داعش کے نام پر پس پردہ بلیک واٹر کے ذریعے افغانستان میں شیعہ سنی اختلافات کو ہوا دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اسی سلسلے میں چار حملے کابل، ایک حملہ ہرات اور ایک حملہ بلخ میں اہل تشیع کی عبادت گاہوں پر کیا گیا۔ بظاہر ان تمام واقعات کی ذمہ داری داعش نے قبول کی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بلیک واٹر کی کارستانی ہے۔ کیوں کہ ہرات کے ایک دینی مدرسے میں یہ منصوبہ بنایا گیا تھا، جسے مدرسے کے طلبہ اور اساتذہ نے مل کر ناکام بنایا۔

امریکا کو افغانستان میں بدترین شکست کا سامنا ہے۔ اب امریکا میں اس کا اظہار بھرپور طریقے سے ہو رہا ہے۔ بارک اوباما کے اعتراف کے بعد دو ماہ قبل صدر ٹرمپ نے بھی غصے اور مایوسی کا اظہار کیا۔ انہوں نے اپنے فوجی جرنیلوں سے استفسار کیا کہ ہمیں افغانستان میں کیوں شکست ہوئی؟ اس پر فوری طور پر ایکشن لینا چاہیے۔ ٹرمپ نے کہا کہ امریکی فوج افغانستان میں طویل عرصے سے جاری جنگ ہار رہی ہے۔ طالبان کے ساتھ 16 سال سے جاری جنگ کا کوئی اختتام نظر نہیں آ رہا۔ مجھے بتایا جائے کہ افغانستان میں جاری بے نتیجہ جنگ کیسے ختم ہوگی؟ فوجی مدد کے بدلے افغانستان سے ایک ٹریلین ڈالر کے معدنی ذخائر وصول کیے جائیں۔

اب تو امریکی عوام بھی اعتراف کرتے ہیں کہ ہم افغانستان کی جنگ ہار گئے ہیں، جب کہ امریکی میڈیا میں بھی شکست کی بازگشت ہے۔ تجزیہ نگاروں نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ امریکا افغانستان میں کیا حاصل کرنا چاہتا ہے؟ امریکا نے افغانستان میں 714 ارب ڈالر خرچ کیے ہیں۔ 150 طیارے دیے۔ ہزاروں گاڑیاں دی ہیں۔ گزشتہ 16 سال کے دوران افغان فورسز کو مسلح کرنے کے لیے 76 ارب ڈالر خرچ کیے، تاہم اس سب کا نتیجہ مایوس کن ہے۔ اس قدر رقم خرچ کرنے کے باوجود امریکا افغانستان میں اپنے اہداف حاصل کرنے میں ناکام ہے، جس کا مقصد افغان فورسز کو بغیر مدد کام کرنے کی صلاحیت فراہم کرنا تھا۔ مجموعی طور پر اتحادی افواج کی 16 سالہ موجودگی کے باوجود افغانستان میں امن قائم نہیں ہو سکا۔ افغانستان انتظامی امور میں سب سے کرپٹ اور معاشی لحاظ سے غریب ترین ملک تصور کیا جاتا ہے۔

22 اگست کو امریکی صدر ٹرمپ نے افغانستان سے متعلق نئی حکمت عملی کا اعلان کیا، اگرچہ اس میں کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اس میں چار ہزار امریکی فوجی افغانستان بھیجنے اور فضائی حملے بڑھانے کا سابقہ ناکام تجربہ دہرانے کا اعلان تھا۔ ویسے بھی 2015 کے مقابلے میں 2016 اور رواں سال کے پہلے چھ ماہ کے دوران ہزاروں فضائی حملے کیے گئے ہیں۔ جب ڈیڑھ لاکھ فوج سے امن قائم نہیں ہو سکا اور ہزاروں بم گرانے کے باوجود مجاہدین کو ختم نہیں کیا جا سکا تو اب چار ہزاروں فوجیوں کی تعیناتی اور فضائی حملوں میں اضافے سے امریکا کامیابی حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہی افغان فورسز پیش قدمی کر سکتی ہیں۔ تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ فضائی حملے بڑھانے سے طالبان (مجاہدین) کا نقصان کم اور عام شہریوں کو زیادہ نقصان ہوگا۔ کیوں کہ طالبان (مجاہدین) گوریلا جنگ کرتے ہیں۔

واضح رہے صدر ٹرمپ نے نئی حکمت عملی کا اعلان کرتے ہوئے کہا تھا کہ افغانستان میں صرف فوجی کارروائی سے امن نہیں آ سکتا۔ سیاسی، سفارتی اور فوجی حکمت عملی کو یکجا کر کے اقدام کیا جائے۔ امریکا افغان عوام کے ساتھ مل کر کام کرے گا۔ اس لیے افغانستان کو اپنے مستقبل کا تعین خود کرنا ہوگا۔ داعش کے حوالے سے امریکی صدر نے کہا کہ انہیں پھلنے پھولنے دینا ہماری غلطی تھی، تاہم اب عراق کی طرح انخلا کی غلطی افغانستان میں نہیں دہرائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ امریکا جلد بازی میں عراق سے نکل گیا، جس کا نتیجہ داعش کے تیزی سے پروان کی صورت میں نکلا۔ تیزی سے انخلا کی صورت میں ممکنہ نتائج کا پتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکا کو افغانستان میں چیلنج کی سی صورت حال کا سامنا ہے۔ اس لیے افغانستان کو ہر زاویے سے دیکھ کر حکمت عملی تیار کی جائے۔ ہم کسی نہ کسی طرح مسائل کا حل نکالیں گے۔ یقین ہے نیٹو بھی ہماری طرح فوج بڑھائے گا۔ ان کا کہنا تھا 'مجھے اپنے عوام کی طرح افغان جنگ میں طوالت پر پریشانی ہے۔' امریکی صدر

نے نائن الیون منصوبہ بندی کا الزام افغانستان پر عائد کرتے ہوئے کہا کہ اس واقعے کو کوئی نہیں بھول سکتا۔ اس کی منصوبہ بندی اور عمل درآمد افغانستان سے ہوا۔ ٹرمپ کا کہنا تھا کہ امریکی قوم گزشتہ 16 سال کے جنگی حالات سے پریشان ہو چکی ہے۔

کابل میں امریکی فوج کے کمانڈر جنرل جان نکلسن نے ٹرمپ کی پالیسی کی تشریح کرتے ہوئے ایک نیوز کانفرنس میں کہا کہ 190 فوجیوں پر مشتمل دستہ افغانستان پہنچ رہا ہے۔ جب کہ کابل میں فضائیہ کو بھی طالبان (مجاہدین) کے ٹھکانوں کو نشانہ بنانے کے لیے متحرک کیا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں جنرل جان نکلسن کا کہنا تھا کہ افغانستان کے مسئلے کا سفارتی حل ممکن ہے، تاہم فوجی کوششیں بھی جاری رہیں گی۔ امریکا افغانستان کی فوجی صلاحیتوں میں اضافہ کرے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم امریکا پر حملہ روکنے کے لیے افغانستان میں موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نائن الیون کے بعد امریکا پر کوئی بڑا حملہ نہیں ہوا۔ طالبان (امارت اسلامیہ) کی حکومت اس لیے ختم کی گئی کہ انہوں نے القاعدہ کو پناہ دی تھی۔ القاعدہ اور طالبان (مجاہدین) ہنوز میدان جنگ میں ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔ افغانستان میں طالبان (مجاہدین) کی واپسی کا مطلب القاعدہ کی واپسی ہے۔ جب کہ القاعدہ کی واپسی کا مطلب امریکا کی سلامتی کے لیے خطرہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان میں امریکا کی موجودگی کی ایک وجہ یہ ہے کہ پچھلے 16 سال میں مزید دہشت گرد گروپس بن گئے ہیں، جس کی مثال داعش ہے۔ طالبان (مجاہدین) کی وجہ سے داعش وجود میں آئی۔ اگر طالبان (مجاہدین) واپس آگئے تو داعش اور القاعدہ دونوں زور پکڑ لیں گے۔

کیا جنرل نکلسن اس سوال کا جواب دے سکتے ہیں کہ مجاہدین کو طاقت کے بل بوتے زیر کرنے کی پالیسی کامیاب پالیسی ہوتی تو 2010 میں امریکا اور نیٹو کی ڈیڑھ لاکھ فوج نے بھرپور فضائی قوت کے باوجود کیوں کامیابی حاصل نہیں کی؟ اگر نکلسن کا یہ خیال ہے کہ مجاہدین پر فوجی دباؤ بڑھا کر مذاکرات کی میز پر زبردستی بٹھا سکتے ہیں تو یہ ان کی خام خیالی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے رہنماؤں سے مذاکرات کیے جائیں۔ افغان مسئلے کا پُرامن حل نکالا جائے۔ مجاہدین مذاکرات پر یقین رکھتے ہیں۔ جب کہ یہ جنگ ان پر مسلط کی گئی ہے۔ دہشت گرد وہ نہیں، جو اپنے علاقے کا دفاع کر رہے ہیں۔ اصل دہشت گرد وہ ہیں، جو دوسرے ملک پر چڑھائی کرتے ہیں۔ داعش کو افغانستان میں پروان چڑھانے میں امریکا ملوث ہے۔ جس کا ثبوت پارلیمنٹ کے رکن ظاہر قدیر نے اسمبلی کے فلور پر پیش کیا۔ جب کہ نکلس کا یہ الزام کہ طالبان (مجاہدین) اور القاعدہ ہنوز ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں تو یہ محض ایک الزام ہے۔ مجاہدین نے اپنے دور اقتدار کے وقت القاعدہ کے سربراہ اور رہنماؤں کو افغانستان میں پُرامن طریقے سے رہنے کی اجازت دی تھی۔ امریکا نے نائن الیون واقعے کا الزام القاعدہ پر عائد کر کے اس کا ملبہ افغانستان پر ڈال دیا۔ حالانکہ آج تک اس نے اس حوالے سے ثبوت نہیں پیش کیے۔ امارت اسلامیہ نے بارہا یہ اعلان کیا ہے کہ ہم افغانستان کی خود مختاری کے لیے قابض فوج کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ جو ہمارا بنیادی حق ہے۔ ٹرمپ اور جنرل نکلسن نے جنگ جاری رکھنے کے لیے اپنے ناکام سابقہ تجربے کا اعادہ کیا اور امارت اسلامیہ پر بے بجا الزامات لگا کر قیام امن کے لیے مذاکرات اور سیاسی کوششوں سے راہ فرار اختیار کی، جس کا خمیازہ انہیں آئندہ سالوں میں بھگتنا پڑے گا۔

جنرل جان نکلسن نے کہا کہ اگر طالبان (مجاہدین) تشدد ترک کر دیں تو انہیں افغان حکومت میں بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ زیادہ تر جنگوں کے اختتام پر متحارب فریق ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھ کر حکومت سازی کرتے ہیں۔ بی بی سی اور شمشاد ٹی وی چینل سے گفتگو کرتے ہوئے جنرل نکلسن نے کہا کہ طالبان (مجاہدین) میدان جنگ میں امریکا سے نہیں جیت سکتے۔ لہذا انہیں چاہیے کہ ہتھیار پھینک کر امن عمل میں شامل ہو جائیں۔ ہم افغان جنگ نہیں ہاریں گے۔ کیوں کہ ہماری قومی سلامتی کا دار و مدار ہی اس جنگ پر ہے۔ انہوں نے ٹرمپ کے فیصلے کو سراہتے ہوئے کہا کہ صدر نے افغانستان میں امریکی مشن ختم کرنے کے لیے اپنی مرضی کی کوئی ڈیڈلائن فوج کو نہیں دی۔ جب کہ نئی پالیسی ہمارے مستقل عزم کا ثبوت ہے۔

جنرل نکلسن اس بات کی وضاحت بھی کریں کہ مجاہدین میدان جنگ میں امریکا سے نہیں جیت سکتے تو پھر بقول اقوام متحدہ 'مجاہدین امریکی موجودگی میں کیسے افغانستان کے 60 فیصد رقبے پر اپنا کنٹرول قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ 16 صوبوں میں اُن کی رٹ کس طرح قائم ہوئی ہے؟ امریکا اور اس کی کٹھ پتلی حکومت کو چیلنج دے رکھا ہے۔ اوباما کے اعتراف کے مطابق امریکا افغانستان میں کیوں ناکامی سے دوچار ہوا۔ جب امریکا سولہ برس کے طویل عرصے تک افغان جنگ میں فیصلہ کن مرحلے پر نہیں پہنچا اور مجاہدین کے خاتمے، انسداد منشیات، مضبوط حکومت کے قیام، سیاسی، معاشی اور سفارتی لحاظ سے پُرامن افغانستان جیسے اہداف حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تو اس کا مطلب ہے کہ امریکا افغانستان میں ہار گیا ہے۔ مجاہدین جیت گئے ہیں۔ آئندہ دو برس افغانستان کے لیے اہم ہیں۔ ٹرمپ نے اہم موقع ضائع کیا ہے۔ شکست ان کا مقدر ہے۔ جنرل نکلسن کی باتیں دیوانے کا خواب ہیں، جو ادھورا ہی رہے گا۔ اللہ کی مدد اور افغان عوام کی حمایت سے امارت اسلامیہ کے مجاہدین بھرپور کامیابی حاصل کریں گے۔ وہ ایک بار پھر افغانستان کو استعماری قوتوں سے آزاد کرا کے اسلامی نظام نافذ کریں گے۔

ان شاء اللہ تعالی

جارحیت پسند خسارے میں ہیں

بشیر

تقریباً پورے افغانستان میں جارحیت کے خلاف مجاہدین کی جانب سے خطرناک حملوں کا سلسلہ طول پکڑ رہا ہے۔ ہر دن کے ساتھ حملوں کا تناسب بڑھ رہا ہے۔ جس میں افغان فوجیوں سمیت بڑی تعداد میں بیرونی فوجی بھی ہلاک ہو رہے ہیں۔ بلاشبہ امریکی مظالم اور وحشتیں بے انتہا زیادہ ہیں۔ یہ لوگ ہر روز افغان عوام کے گھروں پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ بڑے پیمانے پر شہادتیں واقع ہوتی ہیں۔ افغان خواتین کی عصمت دری اور بے آبروریزی کی جاتی ہے۔ مردوں کو گھروں سے نکال کر جیلوں میں ڈالا جاتا ہے۔ فطری بات ہے کہ ان مظالم کے خلاف افغان عوام نے جہاد کا راستہ اختیار کرتے ہوئے آزادی کے لیے تاریخی قربانیوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ حال ہی میں امریکی فوج کی جانب سے افغان عوام کی نسل کشی اور قتل عام میں اضافہ ہوا تو دوسری جانب امریکی فوجیوں پر بھی مجاہدین کی جانب سے حملوں میں تیزی آئی ہے۔

اس سلسلے میں قندوز میں امریکی جنرل سمیت تین بیرونی فوجی جو کٹھ پتلی فوجیوں کے ساتھ مجاہدین کے خلاف آپریشن میں شریک تھے، مجاہدین کے کامیاب حملوں میں ہلاک ہوگئے۔ اگرچہ امریکا اور نیٹو کے حکام اس کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں، مگر امریکا نے ہمیشہ جنگ میں اپنے نقصانات چھپائے ہیں، تاکہ امریکی فوجیوں کی نفسیات پر منفی اثر نہ پڑے۔ صوبہ لوگر کے ضلع التمور میں امریکی فوجیوں کے کیمپ پر مجاہدین نے میزائل حملے کیے، جس سے لگنے والی آگ کے شعلے بجھانے میں انتظامیہ ناکام رہی۔ جب کہ آگ کی وجہ سے بھاری جانی و مالی نقصان سامنے آیا ہے۔ اسی روز بگرام ہوائی اڈے کے قریب مجاہدین نے بڑا ٹرانسپورٹ طیارہ مار گرایا، جس میں سوار تمام فوجی ہلاک ہوگئے۔ رپورٹس کے مطابق طیارے کو اس وقت نشانہ بنایا گیا جب وہ ہوائی اڈے میں بیٹھنے کے لیے بہت نیچی پرواز کر رہا تھا۔ کٹھ پتلی فوج کی صفوں میں ایک مجاہد نے فائرنگ کر کے تین امریکی فوجیوں کو موقع پر ہی ہلاک کر ڈالا۔ مذکورہ مجاہد کو کٹھ پتلی فوجیوں نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔

> اگر ہر واقعے کی تفصیلات کی پڑتال کی جائے تو بہت وقت لگتا ہے۔ چند مثالیں اس لیے پیش کی ہیں کہ مجاہدین کی جانب سے حملوں اور کارروائیوں کا زیادہ ہدف داخلی کٹھ پتلی، امریکا اور اس کے اتحادی ممالک کے فوجی ہیں۔ ہر دن گزرنے کے ساتھ ان کے نقصانات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ امریکا کا خیال تھا کہ جنگ کے خطِ اول سے امریکی فوجیوں کی پسپائی سے ان کے نقصانات کم ہو جائیں گے۔ صرف افغان فوجی ہی براہ راست جنگ مارے جائیں گے، مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجاہدین نے نئی عصری تکنیکس کی بدولت حملوں کا سلسلہ امریکی فوج تک بڑھا دیا ہے، جس میں ہر روز بڑے پیمانے پر امریکی فوجی ہلاک ہو رہے ہیں۔

ننگرہار کے مضافاتی علاقے چھل گزی میں امریکی فوجیوں نے چھاپہ مارا، جس پر مجاہدین کی جانب سے جوابی حملہ شروع ہوگیا۔ اس حملے کے دوران امریکیوں کی مدد کو آنے والا طیارہ گرا دیا گیا۔ بعد ازاں امریکی ترجمان نے کہا کہ ضلع اچین میں ان کا ایک جنگی ہیلی کاپٹر تکنیکی مسائل کے باعث ہنگامی لینڈنگ پر

مجبور ہوا، لیکن علاقے کے رہائشیوں کا کہنا ہے کہ ہیلی کاپٹر نشانہ بننے کے بعد زمین پر گرا اور آگ بھڑک اٹھی، جس میں سوار تمام فوجی ہلاک ہوگئے۔ ہیلی کاپٹر گرنے کے بعد امریکی فوج نے علاقے کو محاصرے میں لے لیا تھا۔ جنوبی قندھار میں امریکی فوج کی کانوائے پر ایک فدائی مجاہد نے حملہ کیا، جس میں ایک ٹینک تباہ ہوگیا۔ ذرائع کے مطابق امریکی فوج ایک مرکز کا دورہ کرنا چاہتی تھی۔ جس پر فدائی حملہ ہوگیا۔ اس میں بہت سے امریکی فوجی ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے اس حملے کی ذمہ داری قبول کی اور حملے کی تفصیلات اور ہلاک ہونے والے فوجیوں کی معلومات میڈیا کے حوالے کر دیں۔ پینٹا گون نے یہ تسلیم کیا ہے کہ قندھار ہوائی اڈے کے قریب ہونے والے حملے میں دو امریکی فوجی ہلاک ہوئے ہیں، مگر اس کے مقابلے میں میں مجاہدین نے 10 فوجیوں کی ہلاکت کا دعوی کیا ہے۔

بیرونی فوج کے میڈیا نے تسلیم کیا ہے کہ کابل کے ضلع قرہ باغ میں ان کے دو فوجی ہلاک اور چھ زخمی ہوئے ہیں۔ مجاہدین نے دعوی کیا تھا کہ اس علاقے کے قریب ان کے ایک فدائی مجاہد نے بیرونی فوجیوں پر حملہ کیا، جس میں 11 فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ جب کہ دو ٹینک تباہ ہوئے۔ قندھار میں امریکی فوجیوں نے گھبراہٹ اور خوف میں کٹھ پتلی فوج پر فائرنگ کر دی، جس میں کئی افغان فوجی ہلاک ہوگئے۔ مجاہدین نے ضلع برکی برک میں امریکی فوجیوں کے کانوائے پر حملہ کیا، جس میں 6 امریکی اور 3 کٹھ پتلی فوجی موقع پر ہی ہلاک ہوگئے۔

اگر ہر واقعے کی تفصیلات کی پڑتال کی جائے تو بہت وقت لگتا ہے۔ چند مثالیں اس لیے پیش کی ہیں کہ مجاہدین کی جانب سے حملوں اور کارروائیوں کا زیادہ ہدف داخلی کٹھ پتلی، امریکا اور اس کے اتحادی ممالک کے فوجی ہیں۔ ہر دن گزرنے کے ساتھ ان کے نقصانات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ امریکا کا خیال تھا کہ جنگ کے خطِ اول سے امریکی فوجیوں کی پسپائی سے ان کے نقصانات کم ہو جائیں گے۔ صرف افغان فوج ہی براہ راست جنگ مارے جائیں گے، مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجاہدین نے نئی عصری تکنیکس کی بدولت حملوں کا سلسلہ امریکی فوج تک بڑھا دیا ہے، جس میں ہر روز بڑے پیمانے پر امریکی فوجی ہلاک ہو رہے ہیں۔

یہ بات امریکا کے لیے لرزہ خیز ہے۔ ذرائع کے مطابق خود امریکی صدر ٹرمپ کو بھی افغانستان میں امریکی پالیسیوں کی مسلسل ناکامی نے شدید مایوس کر رکھا ہے۔ حتی کہ افغانستان میں امریکی فوج کے کمانڈر جنرل جان نکسن کو ہٹانے کی کوشش بھی کی جا رہی ہے۔ دوسری جانب امریکی دانش ور اور سیاست دان بھی تسلیم کرتے ہیں کہ افغانستان کی جنگ جیتنا امریکا کے لیے ناممکن ہے۔ کچھ امریکی تنقید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ٹرمپ کے پاس افغانستان کے حوالے سے کوئی واضح پالیسی نہیں ہے۔ ان کا ٹرمپ سے مطالبہ ہے کہ سب کچھ سے پہلے اپنی پالیسی واضح کی جائے، مگر معلوم ہوتا ہے کہ امریکی صدر ٹرمپ افغانستان کے حوالے سے بے دلی کا شکار ہے۔ امریکی نقصانات کی شرح دیکھ کر وہ یہ پسند کرتے ہیں کہ امریکا افغانستان سے اپنی فوج نکال لے۔ دوسری طرف افغانستان کی معدنیات کو دیکھ کر ان کا دل چاہتا ہے کہ ان ذخائر کو لوٹنے کے لیے مزید فوج افغانستان بھیجی جائے اور جنگ میں مزید شدت پیدا کی جائے۔

ماہرین کے مطابق ٹرمپ ایک تاجر ہیں اور سیاسی امور میں ان کا تجربہ انتہائی کم ہے۔ وہ ہر کام کو پہلے اقتصادی مفادات کے زاویے سے دیکھتے ہیں اگر کسی کام میں اقتصادی مفاد نظر آئے تو اسے نظر انداز نہیں کرتے۔ وہ امریکی نقصانات کے حوالے سے خدشات کا شکار ہیں۔ وہ سمجھ نہیں پا رہے کہ اس ہلاکت خیز گرداب کی لہروں سے کیسے باہر نکلا جائے!

مسجد اقصیٰ پر یہودی قبضے کا خطرناک منصوبہ

حسن زوی

جب یہودیوں نے 21 اگست 1969 کو مسجد اقصیٰ کو آگ لگائی تو پوری دنیا کے مسلمانوں نے اس واقعے پر دکھ اور رنج کا اظہار کیا تھا۔ اس واقعے کے بعد مسجد اقصیٰ کی دوبارہ بڑی بے حرمتی رواں سال 14 جولائی میں سامنے آئی، جب اسرائیلی فوجیوں اور عام یہودیوں نے مل کر مسجد اقصیٰ پر قبضہ کیا اور مسلمانوں کو یہاں عبادت سے منع کر دیا۔ یہودیوں کے غلط عقائد کے تناظر میں اُن کے فرضی ہیکل سلیمانی کے حوالے سے 9 اگست ایک اہم دن ہے۔ اس لیے یہ لوگ ہر سال یہ دن مناتے اور دنیا کے کونے کونے سے یہودی مسلمانوں کے قبلہ اول کا رخ کرتے ہیں۔ یہودی مسجد اقصیٰ کی دیوارِ گریہ (دیوارِ براق) پر جمع ہوتے ہیں۔ وہ پوری مسجد میں پھیل جاتے ہیں۔ مصنوعی طور پر روتے اور سوگ مناتے ہیں۔ سر اور سینہ پیٹتے ہیں۔ اپنی رسومات کی ادائیگی کے بہانے مسجد اقصیٰ کی شدید بے حرمتی کرتے ہیں۔ نیم برہنہ یہودی خواتین جان بوجھ کر مسجد کے تمام گوشوں تک جاتی ہیں۔ مسجد میں آنے والے یہودیوں کی سکیورٹی کے بہانے اسرائیلی فوجی جوتوں اور کتوں سمیت مسجد میں گھس جاتے ہیں۔ مسلمانوں کو یہاں نماز کی ادائیگی سے منع کیا جاتا ہے۔ نمازیوں پر تشدد کیا جاتا ہے۔ ظلم کا یہ سلسلہ ہر سال اگست کے آغاز سے ہی شروع ہو جاتا ہے اور ہر سال اس میں نیا اضافہ ہوتا ہے۔

رواں سال مسجد کے قریب رہنے والے عام یہودیوں نے اگست کے آغاز سے قبل ہی 14 جولائی 2017 کو مسجد اقصیٰ پر قبضہ کر لیا اور غاصب اسرائیلی حکومت نے آنے والے مسلمانوں کے خلاف ہر طرح کی رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔ جان بوجھ کر حالات خراب کیے گئے، تاکہ اسرائیلی فوج کو مسجد میں تعینات کیا جا سکے۔ مسجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے جانے والے چند مسلمان نوجوانوں کو شہید کیا گیا۔ جس کے ردعمل میں مسلمانوں نے دو وحشی اسرائیلی فوجی مار دیے، جس کے ساتھ ہی اسرائیل نے اپنی وحشت کے مطابق مسجد کو نماز کی ادائیگی کے لیے بند کر دیا۔ آنے والے نمازیوں کو منتشر کر دیا گیا۔ مسجد اقصیٰ کی طرف جانے والے تمام راستے سیل کر دیے۔ جس کی وجہ سے القدس شہر کا قدیم حصہ بقیہ شہر سے مکمل طور پر کٹ گیا۔

11 سو یہودی یکم اگست کو ایک ہی بار مسجد اقصیٰ میں داخل ہو گئے تو اسی روز مسجد اقصیٰ کے تمام راستے مسلمانوں کے لیے بند کر دیے گئے۔ جن نوجوانوں نے آنے والے یہودیوں کا راستہ روکنے کی کوشش کی، انہیں گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا گیا ہے۔ یہودیوں کے خلاف مزاحمت کرنے والے کئی مسلمان شہید کر دیے گئے۔

اسرائیلی حکومت اپنے منصوبے کے مطابق بیت المقدس میں مسلمانوں کے داخلے پر مکمل پابندی، مسجد اقصیٰ پر مکمل قبضے اور مسجد اقصیٰ کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھیننے کے لیے بہت کوششیں کر رہی ہے۔ صہیونی حکومت نے اسرائیل میں اپنے مذہبی رہنماؤں کے ذریعے دنیا میں یہ بات مشہور کر رکھی ہے کہ مسجد اقصیٰ کی 'دیوار براق' کے نام سے قائم دیوار اُس مقدس معبد کی بقیہ دیوار ہے، جو وہ ہیکل سلیمانی کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔ اور وہ مسجد اقصیٰ کی جگہ اس معبد کی تعمیر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ بس اسی بہانے اسرائیلی حکومت ہر سال دنیا کے کونے کونے سے یہودیوں کو جمع کر کے مسجد اقصیٰ میں لاتی اور مسجد میں مسلمانوں کے داخلے پر پابندی لگاتی ہے۔ یہ سب اس لیے ہے، تاکہ مسجد اقصیٰ میں یہودیوں کی آمد کا سلسلہ ایک معمول کی کارروائی بن جائے اور مسجد اقصیٰ پر ان کے استحقاق کے دعوے کو قوت ملے۔ اس کے ساتھ ساتھ مسجد اقصیٰ کی دیوار کو نقصان پہنچانے کا منصوبہ بھی کامیاب کیا جا سکے۔ اسی سلسلے میں ان کے خطرناک منصوبوں سے حال ہی میں پردہ بھی اٹھا ہے۔

'القائمة العربي الوحدة' اسرائیل کے اندر نام نہاد مسلمانوں کی ایک تنظیم ہے، جو اسرائیل کو ایک قانونی حکومت قرار دیتی ہے۔ اسرائیل کے آئین کو تسلیم کرتی ہے۔ صہیونی حکومت کے خلاف جنگ کو غلط سمجھتی اور اسرائیل کے انتخابات میں شرکت بھی کرتی ہے۔ یہودیوں کی طرح ہولوکاسٹ کے انکار کو جرم سمجھتی اور یہودیوں ہی کی طرح چچا، ماموں اور خالہ زاد بچیوں سے نکاح کو ناجائز

سمجھتی ہے۔ اسرائیلی پارلیمنٹ کے 120 ارکان ہیں، اُس میں سے 3 ارکان اس تنظیم کے بھی ہیں۔ اسرائیلی حکومت کے اتنے قریبی تنظیم کے سیکریٹری شیخ کمال خطیب نے مسجد اقصیٰ کی حالیہ بے حرمتی اور اس میں اسرائیلی فوج کے گھسنے کے واقعے پر کہا ہے کہ اسرائیلی فوجی مسجد اقصیٰ کی دیواروں اور زمین میں بورنگ اور ڈریل کے ذریعے باریک سوراخ کر رہے ہیں۔ وہ ان سوراخوں میں محلول ڈال رہے ہیں، جو آہستہ آہستہ پتھر اور کنکریٹ دونوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ٹائمز آف اسرائیل اخبار سے گفتگو کرتے ہوئے شیخ خطیب نے انکشاف کیا ہے کہ اسرائیل اس طرح سے چند سالوں میں مسجد اقصیٰ کو ریت اور مٹی کے ڈھیر میں بدل دے گا۔

اگر یہ بات مصر کے اخوان المسلمین اور فلسطین کی حماس کے قریبی لوگوں نے کی ہوتی تو شاید بہت سے لوگ اسرائیل کے خلاف پروپیگنڈا سمجھتے، مگر جب اسرائیل کی ایک کٹھ پتلی تنظیم یہ بات کر رہی ہے تو یہ دلیل ہے کہ حالات بہت نازک ہیں اور بات بہت خطرناک حد تک پہنچ چکی ہے۔ دوسری طرف بیت المقدس اور دیگر مقدس مقامات کے تحفظ کے لیے بنائی گئی کونسل کا کہنا ہے کہ غاصب اسرائیلی حکومت کی جانب سے مسلسل مسجد اقصیٰ کے نیچے سرنگیں کھودنے کا سلسلہ جاری ہے۔ اب تک 28 ٹنلز کھودے گئے ہیں۔ انہی ٹنلز کے ذریعے مسجد اقصیٰ کو یہودیوں کی عمارت سے ملایا جا رہا ہے۔ اس طریقے سے مسجد اقصیٰ کے اندرونی حصے تک بھی یہودیوں کی عمارتیں پہنچ گئی ہیں۔ ان سرنگوں کا مقصد مسجد اقصیٰ کے گرد علاقوں تک یہودی آبادیوں کا پہنچانا اور اس مقام سے مسلمانوں کو جبری ہجرت پر مجبور کرنا ہے، تاکہ مسجد اقصیٰ مکمل طور اسرائیلی حکومت کے زیر کنٹرول آ جائے۔

عالمی جنگ کے فوراً بعد فرانس سمیت برطانیہ کے تمام اتحادی ملکوں کی توجہ عثمانی خلافت کے خاتمے اور اس کے نتیجے میں پورے مشرق وسطیٰ میں اپنے اثر و رسوخ کے بڑھانے پر تھی۔ یہاں انہوں نے عربوں اور ترکوں کے درمیان تعصبات پیدا کرنے کے لیے بہت کام کیا۔ عربوں کو ترکوں کے خلاف بغاوت پر ابھارا، جس کے نتیجے میں اس وقت مسلمانوں کی عظمت، عزت، طاقت اور وحدت و اجتماعیت کا آخری مینار (عثمانی خلافت) کا خاتمہ کر دیا گیا۔ شاہوں اور شیخوں کے لباس میں استعماری قوتوں کے وفادار اور کٹھ پتلی ان پر مسلط کر دیے گئے۔ یہ بات یقینی بنائی گئی کہ پھر کبھی بھی مسلمان ایک قوت نہ بن سکیں اور نہ کبھی ایک حاکم کے تحت جمع ہو سکیں۔

مشرق وسطیٰ کی اس انتہائی کمزور حالت میں برطانیہ اور اتحادیوں نے دنیا کے کونے کونے سے یہودیوں کو فلسطینی سرزمین پر مکمل بدمعاشی کے ساتھ جمع اور آباد کیا۔ جس کے نتیجے میں مئی 1948ء میں اقوام متحدہ کے سائے تلے صہیونی حکومت بنائی گئی، جسے عالمی کفریہ قوتوں کے ذریعے مضبوط کیا گیا۔ اب اسرائیل پورے خطے کی سطح پر فوجی، سیاسی اور اقتصادی حوالے خود کو طاقتور بنانے کی کوشش میں ہے۔ مسلسل فلسطینی زمین پر قبضہ کر رہا ہے۔ فلسطینی مسلمانوں سے غصب شدہ مشرقی بیت المقدس اور غرب اردن میں 1948 سے اب تک 140 چھوٹے شہر بنائے گئے ہیں، جن میں بیرون ممالک سے لائے گئے 6 لاکھ یہودی آباد کیے گئے ہیں۔ دنیا بھر کے مسلمانوں اور خصوصا فلسطینیوں کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کے لیے اقوام متحدہ نے یہ ساری عمارتیں غیر قانونی قرار دیں اور ان کی موجودگی کو اسرائیلیوں اور فلسطینیوں کے درمیان امن اور دو مستقل ممالک کی موجودگی کی راہ میں رکاوٹ قرار دیا، مگر اسرائیل کی پشت پر امریکا، برطانیہ اور دیگر مغربی دنیا کھڑی ہے۔ اس لیے اقوام متحدہ یا دیگر دنیا نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ فلسطینیوں کے قتل کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ ٹرمپ نے اعلانیہ اسرائیلی غاصبانہ سلسلے کی تائید کی ہے۔

چوں کہ اسرائیل کا منصوبہ مقبوضہ بیت المقدس کو دارالحکومت بنانے کا ہے، اس لیے امریکا سے اس کا مطالبہ ہے کہ اپنا سفارت خانہ یہاں منتقل کر دے۔ ٹرمپ نے اسرائیل کے اس مطالبے کو تسلیم کرتے ہوئے ارادہ ظاہر کیا ہے کہ وہ اپنا سفارت خانہ یہاں منتقل کر لے گا۔ ٹرمپ کا کہنا ہے کہ مشرقی بیت المقدس اور غرب اردن میں یہودی آبادکاروں کے لیے بنائے گھر فریقین کے درمیان صلح اور امن کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہیں، بلکہ اب مزید نئے گھروں کی تعمیر رکاوٹ ہوگی۔ دنیا کے بہت سے غیر جانب دار مسلمان بھی اسرائیلی جارحیت کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں اور فلسطینی سرزمین پر اسرائیلی قبضے کو جارحیت قرار دیتے ہیں، مگر مغربی قوتیں نہ صرف ہر چیز پر آنکھیں بند رکھتی ہیں، بلکہ مختلف ذرائع سے اس غصب اور وحشت پر اسرائیل کا تعاون کرتی ہیں۔

حیران کن بات یہ ہے کہ اقوام متحدہ کی موجودگی میں اسرائیل نے مسجد اقصیٰ پر قبضہ کیا ہے۔ حالانکہ یہ ادارہ دنیا میں اقوام کے درمیان ایک دوسرے کے مذہب کے احترام اور ایک دوسرے کو برداشت کا حوصلہ پیدا کرنے کے لیے قائم

کیا گیا تھا۔ خصوصاً کمزور ممالک کو طاقت وروں کی دست بُرد سے محفوظ رکھنے کے لیے اس کے قیام کا مقصد ظاہر کیا گیا تھا، مگر عملاً یہ ادارہ طاقت وروں اور خصوصاً امریکا کا آلہ کار بن گیا ہے۔ یہی عالمی ادارہ بڑی طاقتوں کے کہنے اپنی آزادی اور حریت کے لیے مزاحمت اور جہاد کرنے والے مسلمانوں کو دہشت گرد کہتا ہے۔ مگر دوسری جانب جو غاصب قوتیں واقعتاً دہشت گردی کر رہی ہیں، بچوں اور خواتین سمیت بے گناہ انسانوں کو مار رہی ہیں، مسلمانوں کی زمینوں اور قبلہ اول پر قبضہ کر رہی ہیں، اِس سارے معاملے پر اُس کی آنکھوں میں موتیا اُتر آیا ہے۔ کیا یہی انصاف اور انسانی حقوق کا احترام ہے؟ کیا یہی قانون کی حاکمیت ہے؟ دنیا بھر میں کسی بھی ملک کی جانب سے اسرائیلی مظالم کے خلاف کوئی طاقت ور آواز اٹھائی گئی اور نہ ہی اسرائیل کے مظالم کے خلاف کوئی فلسطینی مسلمانوں کی حمایت کرتا ہے۔ کیوں کہ اقوام متحدہ کی جانب سے ایسے ملک کو پابندیوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ البتہ اسرائیل کو حق ہے کہ وہ دنیا کے ہر ملک سے اسلحہ خرید لے۔ نئی ٹیکنالوجی حاصل کر لے۔ ایٹمی اسلحہ بنا لے۔

عالم کفر خصوصاً امریکا اسرائیل کے ہر ظلم کی حمایت کرتا ہے، مگر اسرائیلی مظالم اور ان کے حوالے سے ٹرمپ اور دیگر مغربی رہنماؤں کی پالیسی کے مقابلے میں پوری عرب دنیا منہ بند کیے ہوئے ہے۔ امریکا سمیت مغرب کی اس پالیسی اور مقبوضہ علاقوں میں اسرائیل کی جانب نئی تعمیرات کے اعلان کے خلاف عرب دنیا کا کوئی کمزور رد عمل بھی سامنے نہیں آتا۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عرب دنیا اب فلسطینی مسئلے، آزاد فلسطینی حکومت کے قیام اور قبلہ اول کی آزادی کے حوالے بے ضمیر ہو چکی ہے۔ اس حوالے سے وہ امریکا کے مفاد کی چوکیداری کر رہی ہے۔ عرب دنیا کی ساری جرأت حماس اور اخوان المسلمین کو بطور دشمن کی دہشت گرد تنظیمیں قرار دینے پر صرف ہو رہی ہے۔ مسلمان عرب ملک قطر سے سفارتی اور تجارتی تعلقات منقطع کرنے پر مصروف ہے۔ بائیکاٹ کے ذریعے قطر کو سزا دینے والے سعودیہ اور 6 دیگر اتحادیوں کے ہاں قطر کا جرم یہ ہے کہ وہ شدت پسندوں اور بقول ان کے دہشت گردوں کا تعاون کر رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عرب دنیا میں بدامنی، ہنگاموں، نظاموں کے خاتمے اور خانہ جنگیوں نے عرب دنیا کو اب اس قابل نہیں چھوڑا کہ اسرائیل کی کسی بھی جارحیت اور قبضے کے خلاف آواز اٹھا سکے۔ اسرائیل کے مقابلے میں آواز اٹھانے کی بات بہت پیچھے رہ گئی ہے۔ اب اس بات کی کوششیں جاری ہیں کہ سعودیہ سمیت پوری عرب دنیا اسرائیل کو باقاعدہ تسلیم کر لے۔ آہستہ آہستہ گریٹر اسرائیل کے قیام کے لیے راہ ہموار ہو سکے۔ اسی لیے اسرائیل نے قطر کے حوالے سے سعودیہ اور دیگر عرب ممالک کے فیصلے کی تعریف کی ہے۔ اُس نے کہا ہے کہ 'اب دہشت گرد حماس اور اخوان المسلمون کے خلاف ایسا بڑا اتحاد بننے کا وقت آ گیا ہے کہ اسرائیل بھی اس اتحاد کا حصہ بن سکتا ہے۔'

یہ کتنی خطرناک بات ہے کہ فلسطین کی آزادی کے لیے اپنے جانوں کی قربانی دینے والے مسلمانوں کے خلاف اسرائیل عرب ممالک کا ایسا اتحاد سامنے لانے کی بات کر رہا ہے، جس کا وہ خود بھی حصہ ہو گا۔ اسرائیل کے وجود سے آج تک اسرائیل کی جانب سے ایسا کوئی بیان سامنے نہیں آیا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ اسرائیل کے ان خطرناک ارادوں کے اظہار کے خلاف تمام عرب ممالک اندھے، بہرے اور گونگے ہیں۔ یہ تمام مسلمانوں کے لیے بہت تشویش کی بات ہے۔ عرب ممالک کو سمجھ لینا چاہیے کہ اسرائیل کو تسلیم کرنا یا اُس کی قربت حاصل کرنا یا فلسطین کا سودا کرنا یا اس حوالے سے خاموش رہنا اور خصوصاً قبلہ اول کے حوالے سے ناپاک پروگراموں پر آنکھیں بند کر لینا بڑی بدنامی کا باعث بن ہے۔ پورے عالم اسلام میں عربوں کی حیثیت خاک میں مل جائے گی۔ عالم اسلام سعودیہ اور ایران کے حوالے سے چاہتا ہے کہ وہ دونوں ہلاکت خیز کلچر کا سلسلہ چھوڑ دیں۔ حقائق تسلیم کریں۔

عالمی برادری کو سمجھ لینا چاہیے کہ دنیا بھر کے مسلمان اپنے مقدس اور بابرکت مقامات کے تحفظ کے حوالے سے استعماری ممالک کے منحوس ارادوں سے غافل نہیں ہیں۔ مسلمان نوجوان بہت حساس، ہوشیار اور بہادر ہیں۔ اسلامی ممالک پر مسلط حکام کی طرح بزدل نہیں ہیں۔ وہ مسلمانوں کی موجودہ حالت کو غور سے دیکھ رہے ہیں۔ اُن میں فلسطین کے مظلوم مسلمانوں اور قبلہ اول کے خلاف اسرائیل کے مذموم منصوبوں اور بڑھتی ہوئی جارحیت کے باعث غصہ اور فکری بیداری بڑھ رہی ہے۔ اس لیے اگر اقوام متحدہ اور عالمی طاقتیں دنیا کی کمزور اقوام کے ساتھ انصاف کے سلسلے میں اسرائیلی جارحیت کا راستہ روکے تو شاید دنیا میں حالات کی مزید خرابی کا راستہ روک سکے۔ ورنہ ہو سکتا ہے قبلہ اول کے دفاع کے لیے پوری دنیا میں ایک بڑی تحریک سامنے آ جائے۔ پوری دنیا ایک بڑی جنگ اور ہنگامہ دیکھے گی۔ جس سے دنیا کی سپر طاقتوں کو شدید نقصان پہنچ کر رہے گا۔ پھر ہاتھ ملتے رہیں گے، مگر وقت گزر چکا ہو گا۔

منصوری آپریشن کا کامیاب سلسلہ

شاہد غزنیوال

رواں سال جولائی میں صوبہ فاریاب کے ضلع کوہستان اور غور کے ضلع توری کو مجاہدین نے یکے بعد دیگرے فتح کیا ہے۔ اگلے روز مجاہدین جنوبی حصے میں صوبہ پکتیا کے ضلع جانی خیل کو فتح کرنے میں کامیاب ہوئے۔افغانستان کے شمال و جنوب میں تین اہم اضلاع پر اپنی تمام تنصیبات اور گولہ وبارود کے ساتھ مختصر وقت میں قبضہ مجاہدین کی جہادی کامیابی کی واضح مثال ہے۔ ان تینوں اضلاع میں سے ہر ایک کی اپنے علاقے میں غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر مجاہدین کے ہاتھوں فتح سے حکومتی فورسز کے مورال پر منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔جس کے باعث تخار، قندوز، بغلان، بدخشان، ننگرہار، قندھار، زابل، پکتیا، خوست، غزنی اور افغانستان کے مختلف حصوں میں بہت سے فوجی مراکز مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوئے ہیں۔

مجاہدین نے ایک جہادی حربے کے تحت گوریلا جنگ کے دوران ان اضلاع پر قبضہ کیا۔ بہت کم تعداد میں مجاہدین نے ان اضلاع کی کارروائیوں میں حصہ لیا۔ اس لیے مجاہدین کا جانی نقصان نہ ہونے کے برابر تھا۔ مجاہدین نے یہ فتوحات منصوری آپریشن کے تحت حاصل کیں، تاکہ وہ دشمن پر یہ واضح کر دیں کہ افغانستان بھر میں ان کی جہادی قوت مضبوط ہے۔جب کہ مجاہدین کسی بھی کارروائی کے لیے ہر دم چوکس ہیں۔ وہ قیادت کے حکم کا اشارہ ملتے ہی کٹھ پتلی حکومت کے بوسیدہ گھونسلوں کو فنا کرکے رکھ دیں گے۔ مجاہدین منصوری کارروائیوں کے فاتحانہ اقدامات سے درج ذیل اہداف حاصل کرنا چاہتے ہیں:

❖ امریکی جارحیت پسندوں اور ان کے شکست خوردہ حواریوں کو یہ پیغام دینا کہ مجاہدین افغانستان بھر میں ان پر حملوں کے لیے کمربستہ اور ایمانی جذبے سے سرشار ہیں۔ البتہ کارروائی کے لیے وقت اور مقام کے تعین کے بعد وہ قیادت کے حکم کا انتظار کرتے ہیں۔

❖ یہ کہ ان کے خلاف ایک مشترکہ جہادی حکمت عملی کے تحت کارروائیاں کی جاتی ہیں۔ اس حکمت عملی کے تحت پکتیا کے مجاہدین فراہ کے مجاہدین کے ساتھ... غور کے مجاہدین تخار کے مجاہدین کے ساتھ... جب کہ قندھار کے مجاہدین بغلان کے مجاہدین کے ساتھ مکمل رابطے میں ہوتے ہیں۔ وہ ایک مشترکہ پلان کے تحت مکمل ہم آہنگی سے اپنے منصوبے پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

جب مجاہدین دشمن کے کسی اہم فوجی مرکز پر حملے کے لیے منصوبہ بندی کرتے اور اس کام کے لیے بھاری ہتھیاروں اور گولہ بارود کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ دشمن کا ایک ایسا فوجی مرکز ہدف میں لیتے ہیں، جس میں موجود ہتھیار اور فوجی ساز و سامان زیادہ اور آسانی سے محفوظ مقام کی طرف منتقل کیا جاسکے۔

❖ مجاہدین کی جانب سے دشمن کے متعدد فوجی اڈوں پر بیک وقت حملے اس لیے کیے جاتے ہیں، تاکہ دشمن کی فوجی طاقت تقسیم کی جا سکے۔ اس پر یہ واضح کر دیا جائے کہ مجاہدین کے پاس افرادی قوت کی فراوانی ہے۔ وہ بیک وقت دشمن کے متعدد فوجی مراکز پر حملہ کر سکتے ہیں۔

❖ پروپیگنڈے کے لحاظ سے دشمن پر دباؤ بڑھانا۔ تین دن میں چار اضلاع اور متعدد فوجی اڈوں پر مجاہدین نے اپنا کنٹرول قائم کیا، جس سے نفسیاتی طور بھی اور عسکری نقطۂ نگاہ سے بھی دشمن کے مورال پر غیر معمولی منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اس کے حوصلے پست ہوئے ہیں۔

❖ جس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ مجاہدین نے مذکورہ تمام کارروائیاں جنگی حکمت عملی کے تحت کی ہیں۔ دشمن کو اپنی فوجی صلاحیت کی کارکردگی دکھانا اور بھاری ہتھیاروں، فوجی ساز و سامان اور گولہ وبارود پر قبضہ کرنا مقصد تھا۔ مفتوحہ علاقوں پر اپنا مستقل کنٹرول قائم کرنا مقصد نہیں ہے۔

❖ دشمن کے فوجی آپریشن کے مقابلے میں عوام کے جان و مال کی حفاظت کی خاطر مجاہدین کا ردعمل ظاہر نہ کرنا اور کبھی کچھ مخصوص حالات کے پیش نظر علاقے سے پسپائی اختیار کرنا کامیاب جہادی حربے ہیں، جن کے مثبت نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

منصوری آپریشن کے دوران مجاہدین نے ہمیشہ حکمت عملی پر عمل کیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ہم آنے والے دنوں میں افغانستان کے مختلف علاقوں میں فتوحات کی مزید خوش خبریاں سنیں گے۔ان شاء اللہ

کابل انتظامیہ کا لرزہ خیز جھوٹ

معین احمد خروٹی

جب مجاہدین نے ہلمند سے لے کر فاریاب، غور، تخار، قندوز، بغلان، پکتیا، غزنی، زابل اور قندھار تک کے تمام علاقے فتح کر کے کٹھ پتلی انتظامیہ کو سخت جانی و مالی نقصان پہنچایا تو دشمن بجائے ان فتوحات کا راستہ روکنے کے مجاہدین کے خلاف منفی پروپیگنڈے میں مشغول ہو گیا۔ مجاہدین کے ہاتھوں صوبہ غور کے ضلع تیوری کی فتح اور وہاں سیکڑوں ملکی و غیر ملکی اہل کاروں کی گرفتاری کے بعد شکست خوردہ انتظامیہ کے ترجمانوں نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ مذکورہ ضلع کے ہسپتال میں مجاہدین نے ڈاکٹروں کو عملے اور زخمیوں سمیت قتل کر دیا ہے۔ اسی طرح شمال میں صوبہ سُرپل کے ضلع صیاد کے علاقے مرزاولنگ میں اسٹریٹجی اہمیت کا حامل درہ مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوا، جس سے دشمن کی کمر توڑی گئی تو ملکی حکام نے اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے لیے مجاہدین کے خلاف یہ پروپیگنڈا کیا کہ مجاہدین نے مذکورہ علاقے میں عوام کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ روزانہ کی بنیاد پر عوام کو قتل کیا جاتا ہے۔ مجاہدین کے خلاف یہ پروپیگنڈا اتنی شدت اور منظم طریقے کے ساتھ کیا گیا کہ کابل سے میڈیا کے نمائندوں کو سُرپل لے جا کر وہاں ان پولیس اہل کاروں کے اہلِ خانہ سے ملایا گیا، جو مجاہدین کے خلاف جنگ کرتے ہوئے شکست کھا چکے تھے۔ انہیں اس طریقے سے ظاہر کرنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ اسی علاقے کے باشندے ہیں۔ ان پر بے جا ظلم کیا گیا ہے۔ دراصل صوبہ سُرپل میں ضلع صیاد کا درہ مرزا اولنگ دشمن کا نہایت مستحکم ٹھکانہ تصور کیا جاتا تھا، جو مجاہدین نے فتح کر لیا ہے۔ جب بزدل فوج کے ہاتھوں سے ان کا یہ محفوظ ٹھکانہ نکل گیا اور اسے یہ خوف لاحق ہو گیا کہ مجاہدین یہاں سے افغانستان کے طول و عرض میں آپریشن کا سلسلہ تیز نہ کریں تو مجاہدین کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کیا گیا۔ اس پروپیگنڈے سے ان کا مقصد یہ تھا کہ مجاہدین کے خلاف عام عوام میں منفی تاثر پھیلا دیا جائے، تاکہ عوام میں سے کوئی بھی مجاہدین کے ساتھ کھڑا نہ ہو۔ کیوں کہ انہیں اب اچھی طرح علم ہو گیا ہے کہ فوجی لحاظ سے وہ کبھی بھی مجاہدین کے خلاف کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ اس لیے انہوں نے پروپیگنڈے کے ذریعے اپنے عارضی اقتدار کو طول دینے کے لیے لوگوں کے ذہنوں کو تبدیل کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔

امریکا نے ابتدائی دنوں میں مجاہدین کے خلاف عسکری میدان میں فعالیت کے ساتھ ساتھ پروپیگنڈا مہم بھی تیز کرنے پر کافی زیادہ توجہ دی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ میڈیا کے زور پر اپنے ناپاک عزائم کو کامیاب بنایا جا سکتا ہے۔ اسی راستے سے افغان عوام کے ذہنوں کو تبدیل کیا جا سکے گا۔ یہی وجہ ہے امریکی امداد کے بل بوتے پر غلام میڈیا دن رات مجاہدین کے خلاف عوام میں زہر اگل رہا ہے۔ افغانستان سے وابستہ میڈیا مجاہدین کی فتوحات کو ملک کے خلاف منفی کارروائیاں باور کرا رہا ہے، لیکن اب افغان مسلمانوں میں شعور جاگ رہا ہے۔ وہ ان کے منفی پروپیگنڈوں پر کان نہیں دھرتے۔ یہی وجہ ہے کہ میڈیا امریکا کی ظالمانہ کارروائیوں پر کچھ نہیں کہتا اور مجاہدین کے آپریشنز کے خلاف دن رات پروگرامات منعقد کیے رکھتا ہے۔

کابل انتظامیہ کا تنخواہ دار میڈیا کے منفی پروپیگنڈوں کی ایک مثال وہ ہے، جس میں حال ہی میں قندھار کے ضلع شوراوک میں ایک ڈیم توڑنے کا الزام مجاہدین کے سر تھوپا گیا تھا۔ حالانکہ مذکورہ ضلع میں سرے سے پانی کا کوئی ڈیم ہے ہی نہیں۔ جس ڈیم کو شوراوک میں ٹوٹا ہوا دکھایا گیا ہے، وہ دراصل امریکی ریاست ریزونا میں ہے۔ لیکن میڈیا کی حد درجہ نااہلی اور ہٹ دھرمی ملاحظہ ہو کہ اس ڈیم کی تصاویر کو شوراوک کے ساتھ جوڑ کر اسے شوراوک کا ڈیم ظاہر کیا گیا۔ بعد ازاں افغان مسلمانوں نے اس جھوٹ کا پلندہ بکھرتے بھی دیکھا۔ سب پر میڈیا کی حقیقت واشگاف ہو گئی کہ اس کرگس کی پرواز کس مقصد کے لیے ہے۔ یہ کابل انتظامیہ کے لرزہ خیز جھوٹ کی ایک واضح مثال ہے۔

بہر حال امریکا اور اس ک شکست خوردہ کابل انتظامیہ افغانستان میں عسکری لحاظ سے بری طرح ناکامی سے دوچار ہے۔ ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں، جب وہ سیاسی میدان میں بھی ناقابل تصور حد تک شکست کے زخم چاٹے گی۔ افغانستان سے اس کا غاصبانہ قبضہ ختم ہو کر رہے گا۔ یہاں کے مسلمان سکھ کا سانس لے لیں گے۔ وہ آزادی کے ساتھ حق و شریعت کے سائے تلے زندگی بسر کریں گے۔

امریکا اتحادیوں کی تباہ کُن فرمائش رد کردے

موسیٰ فرہاد

امریکیوں اور عالمی سطح پر واضح اکثریت کا خیال ہے کہ 'امریکا' افغانستان کی جنگ میں شکست کھا چکا ہے۔ انہوں نے شروع میں جس طرح سوچا تھا، انجام اس کے 180 درجے برعکس نکلا ہے۔ جتنا مالی، جانی اور سیاسی نقصان امریکا کو افغانستان کی جنگ میں پہنچا ہے، یہ امریکا کی آئندہ نسلوں کے لیے تاریخی شکست کا ایک نمونہ ہے۔ امریکی امور کے ماہرین کی کوشش ہے کہ ایسا کوئی راستہ تلاش کیا جا سکے، جس کے ذریعے ٹرمپ حکومت بھی جنگ اپنی مرضی اور مفاد کے مطابق اختتام کو پہنچا سکے۔ ساتھ ہی ساتھ سیاسی، عسکری اور اقتصادی طاقت کا عالمی رعب بھی تاریخی شکست کی بدنامی سے محفوظ رہے، مگر مبصرین کے کا خیال ہے کہ ایسا کوئی کامیاب آپشن ڈھونڈنا اس وقت امریکا کے لیے بہت مشکل ہے۔

3 اگست 2017 کی خبر یہ ہے کہ امریکی میڈیا کے مطابق وہائٹ ہاؤس ایک اجلاس کے موقع پر افغانستان کے مسئلے پر آپس میں تقسیم ہو گیا۔ اسی طرح ٹرمپ نے بھی مضبوط عزم ظاہر کیا ہے کہ عسکری قوت میں اضافے کا مطالبہ تب تک تسلیم نہیں کیا جائے گا، جب تک یقینی کامیابی کا چانس نہ مل جائے۔ میڈیا کا مزید کہنا ہے کہ ٹرمپ اور اس کی انتظامیہ کا خیال ہے کہ وہ افغانستان میں جنگ ہار چکے ہیں اور اب مزید ناکامی کی جانب جا رہے ہیں۔ بہر صورت یہ نئی امریکی حکومت کا ایک متزلزل مؤقف ہے، جو افغانستان کے مسئلے کے حوالے سے اس نے اختیار کیا ہے۔ ماہرین کے مطابق یہ کسی بھی سپر پاور کے لیے شکست کی سب سے بدترین شکل ہے۔ وہ مسلسل جنگ میں گرا ہوا ہے۔ اس کی بڑی رقم یہاں صرف ہو رہی ہے۔ حوصلہ ہارے فوجی یہاں مر رہے ہیں۔

مایوسی اور ناکامی کے باعث نفسیاتی کشمکش اور متزلزل سیاسی حالات میں گھرا ہوا امریکا اجرتی قاتلوں کی جانب سے ایک الگ دباؤ کا شکار ہے۔ کیوں کہ وہ افغانستان میں جنگ کو مزید طول دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ امریکا نہ صرف افغانستان سمیت عالمی سطح پر بھی خوف ناک حالات میں گھرا ہوا ہے۔ برطانوی روزنامے ٹائمز نے لکھا ہے کہ 'امریکا کے دشمن اور مخالفین ٹرمپ انتظامیہ کے ساتھ زخمی جانور والا سلوک کر رہے ہیں۔ شمالی کوریا مزید ہتھیاروں کے تجربے کرنے کی تیاری کر رہا ہے۔ چین بھی امریکا مخالف اتحاد بنانے کی تلاش میں ہے۔ روس بھی 775 امریکی سفارت کاروں کو نکالنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔ حتیٰ کہ وینزویلا کا نظر بند ڈکٹیٹر سربراہ بھی امریکا کا مذاق اڑانے لگا ہے۔' ایسے حالات میں بھی اجرتی قاتلوں کا امریکا سے مطالبہ ہے کہ جنگ کو جاری رکھا جائے۔

بلیک واٹر کے دہشت گرد چاہتے ہیں کہ امریکا یہ جنگ معاوضے پر ہمیں فروخت کر دے۔ بلیک واٹر نے حالیہ دنوں میں بہت کوشش کی ہے کہ امریکا یہ جنگ اسے دے دے۔ بلیک واٹر کے سربراہ ایریک پرنس نے امریکی ٹی وی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ 'امریکا افغان جنگ میں ہر سال 27 ارب ڈالر لگاتا ہے۔ پھر بھی اس کے لوگ مارے جاتے ہیں اور جنگ کامیابی کی جانب نہیں جا رہی۔ اگر یہ جنگ بلیک واٹر کے حوالے کر دی جائے تو ہر سال ان کے مصارف میں 40 فیصد کمی آ جائے گی۔' ان کا کہنا تھا کہ اگر امریکا افغانستان سے مکمل طور پر انخلا کر لے تو افغانستان چند ہفتوں میں ان کے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ جب کہ بلیک واٹر نے کابل حکومت کو بھی پیشکش کی ہے کہ فضائی آپریشنز اور انٹیلی جنس معلومات جمع کرنے کے معاملات ان کے حوالے کر

دیے جائیں۔ ملٹری ٹائمز مجلے کے مطابق اس کمپنی نے تاکید کی ہے کہ اگر ایسا ہو جائے تو وہ ملک کے ہر گوشے میں بہت جلد افغان فوج کی مدد کو پہنچیں گے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ مطالبہ بلیک واٹر کے سربراہ ایریک پرنس کی جانب سے ایک انتہائی اعلی افغان عہدیدار سے کیا گیا تھا۔ بلیک واٹر نے گزشتہ سالوں میں افغانستان اور عراق میں بڑے بڑے جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔ کمپنی نے یہ سب کچھ ان معاہدوں کے تحت کیا ہے، جن پر اس نے کئی ملین ڈالر کمائے ہیں۔ گزشتہ جولائی میں واشنگٹن پوسٹ اخبار کے امریکی مصنف رچرڈ کوہن نے بھی اس موضوع پر تحقیق کی تھی۔ وہ تاکید کرتے ہیں کہ یہ اتحادی کمپنی امریکا کی سولہ سالہ جنگ جیتنے کی بجائے اسے مزید طویل اور پیچیدہ بنا دے گی، جس سے امریکا کی مشکلات میں مزید اضافہ ہو گا۔

دوسری طرف افغان اتحادی ٹرمپ اور اس کی انتظامیہ کو افغان جنگ کو مزید طویل کرنے پر تیار کر رہے ہیں۔ یہ وہ اتحادی ہیں، جو امریکا کی عسکری جارحیت کی بدولت کابل کے اقتدار تک پہنچے ہیں۔ یہ اتحادی جانتے ہیں اگر امریکی جارحیت نہ ہوتی تو واشنگٹن اور لندن کے ہوٹلوں میں سروس کا کام کرنے والے یہ لوگ آج کابل کے اقتدار میں نہ ہوتے۔ یہی امریکی جارحیت تھی، جس کی وجہ سے ہوٹلوں میں کام کرنے والے آج کابل میں حاکم بنے بیٹھے ہیں۔ یہ لوگ ہر راہ سے کوشش کر رہے ہیں کہ امریکی اور دیگر بیرونی فوجی افغانستان سے نہ نکلیں۔ اگرچہ ان کے ہاتھوں 199 افغان شہری ایک ہی دن میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ یہ لوگ حکومت کابل میں کر رہے ہیں، مگر صدر سے لے کر عام فوجی تک سب کے کھانے پینے، لباس اور برتنوں کے اخراجات امریکی خزانے سے ادا کیے جاتے ہیں۔ اس لیے یہ لوگ کبھی نہیں چاہیں گے کہ بیرونی فوجی افغانستان سے نکل جائیں گے۔ اس لیے کہ ان کے سامنے امریکا افغانستان کے مفادات نہیں ہیں، یہ لوگ صرف اور صرف ذاتی مفادات کے تحفظ میں سرگرداں ہیں۔

تیسری طرف میڈیا افغانستان میں جارحیت کا حامی ہے۔ کابل حکومت کی طرح اس کے مالی مفادات بھی امریکا کی وسیع جنگ سے وابستہ ہیں۔ جارحیت کے حامی میڈیا ادارے امریکا کے بے شمار پروجیکٹس کا حصہ ہیں۔ پہلے جو لوگ ایک میگزین نہیں سنبھال پاتے تھے، اب ان کے پاس 24 گھنٹے چلنے والے تین چار سیٹلائٹ چینل ہیں مگر ان کا صحافتی معیار ظاہر ہے عالمی معیار سے کئی گنا پست اور مکمل جانب دارانہ ہے۔ افغان میڈیا کے تمام اصول وضوابط امریکی پالیسی کے ساتھ منسلک ہیں۔ یہ فریق میڈیا کے ذریعے امریکا کو دکھانا چاہتا ہے کہ 'آپ کی جنگ افغانستان میں بہت ضروری ہے۔ یہاں کے لوگ آپ کو اچھی نظر سے دیکھتے ہیں۔ آپ لوگ یہاں سے نکل گئے تو یہاں حالات خراب ہو جائیں گے۔' حالانکہ یہ سب باتیں حقیقت سے بہت دور ہیں۔ جارحیت کا حامی میڈیا یہ باتیں اس لیے کرتا ہے کہ اگر امریکا نکل گیا تو اس کے مالی چشمے خشک ہو جائیں گے۔

چوتھی طرف کچھ لوگ ہیں، جو امریکی حکام کو زمینی حقائق کی روشنی میں مشورہ دیتے ہیں۔ یہ لوگ امریکا کے حامی اور امریکی امور کے ماہرین ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ سے اس جنگ کو افغانستان اور امریکا دونوں کے لیے نقصان دِہ سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کی کوشش ہے کہ امریکا جنگ سے دست بردار ہو جائے۔ وہ مکمل طور پر اپنی فوج نکال لے۔ وہ مصالحت کا ایسا مناسب راستہ اختیار کرے، جو افغانستان اور امریکا دونوں کے مفاد میں ہو۔ ورنہ وہ دن دور نہیں، جب امریکا کو بہت برے حالات کا سامنا ہو گا۔

ٹرمپ کے مشیر سیب سٹین گور نے کہا کہ 'افغانستان میں مزید فوج اضافے سے متعلق فیصلہ امریکی مفادات کے مطابق نہیں ہے۔ انہوں نے کہا ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہمارا یہ کام غلط سمت پر ہو گا۔ اسی طرح افغانستان اور پاکستان کے لیے امریکا کی خاص نمائندہ لورال میلر نے ایک گفتگو میں کہا ہے کہ 'میں وہ وقت دیکھ ہی نہیں رہی کہ افغان فوج خود کفیل ہو جائے گی۔ میں آپ

کو کچھ اعداد و شمار دیتی ہوں، آپ خود اندازہ لگائیں کہ ان اہداف سے ہم کتنے دور ہیں۔ افغان عوام اپنی سیکورٹی افواج اور سیکورٹی تنصیبات پر اب تک صرف 10 فیصد مصارف خرچ کرتے ہیں۔ بقیہ تمام مصارف بیرونی دنیا نے اپنے ذمے لیے ہوئے ہیں۔ وہ وقت کب آئے گا، جب وہ اپنی فوج کے 90 فیصد مصارف اپنے ذمہ لیں گے۔ ایسے وقت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ چوں کہ افغان فوج بیرونی تعاون کے بغیر بہت کم ترین سطح پر بھی سیکورٹی سنبھالنے کی ذمہ داریاں پوری کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی، اس لیے امریکا کو چاہیے کہ جنگی آپشن اختیار کرنے کی بجائے کوئی اور راہ تلاش کرنے پر غور کرے۔' مختلف اطراف سے امریکی حکام کو افغانستان کی بے مقصد جنگ سے منع کیا گیا ہے۔ البتہ کچھ محدود مفاد پرست اتحادی ایسے ہیں، جو امریکا کو جنگ جاری رکھنے پر اُبھار رہے ہیں۔ وہ اپنے مفادات کی خاطر افغانستان اور امریکا کی تباہی کا راستہ ہموار کر رہے ہیں۔

امریکا اور افغان حکام کو چاہیے کہ خود احتسابی سے کام لیں۔ ایک کہاوت ہے کہ کم عقل آدمی جتنا دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے، اس سے زیادہ خود کو پہنچاتا ہے۔ 16 سال ہوتے ہیں کہ امریکی حکام اپنے لوگوں کو بھی مار رہے ہیں اور دنیا میں بھی آگ لگائی ہوئی ہے۔ امریکا ہی کے ناجائز امور اور ناکارہ پالیسیوں کے باعث 4500 سے زیادہ انسان گیارہ ستمبر واقعے میں ہلاک ہوئے تھے۔ مگر انتقام میں اب تک لاکھوں امریکی موت کے منہ دھکیلے جاچکے ہیں۔ ان کے اپنے اعداد و شمار کے مطابق 4486 امریکی فوجی عراق میں ہلاک ہوئے ہیں۔ 2345 افغانستان میں ہلاک ہوئے ہیں۔ دونوں جنگوں میں 1 ملین فوجی زخمی اور تقریباً 6 ٹریلین ڈالر کے مصارف ہوئے ہیں۔

Archive of armed violence نامی ادارے کی نشر کردہ رپورٹ کے مطابق 'سال 2016 میں امریکا میں 60 ہزار مسلح واقعات کے دوران 15 ہزار سے زیادہ افراد ہلاک اور کم از کم 30 ہزار 600 دیگر زخمی ہوئے ہیں۔' یہ سالانہ اعداد و شمار ایک یا ڈیڑھ عشرے میں ضرب کر دیے جائیں تو ہلاکتیں لاکھوں تک پہنچ جاتی ہیں۔ امریکا کے ادارہ ٹیکس کی ویب سائٹ AmericanTaxpayers.com کی 2009 کی رپورٹ کے مطابق ایسا بتایا گیا ہے۔ امریکا ہر سیکنڈ میں 752 ڈالر کماتا تھا۔ اب اس کا رُخ منافع کے بجائے نقصان کی جانب کیوں ہے۔ جنگ کے باعث ہر سیکنڈ کے گزرنے کے ساتھ ہی اسے 231 ڈالر مالی نقصان پہنچ رہا ہے۔ کچھ اعداد و شمار کے مطابق امریکی جنگ کے روزانہ کے مصارف 25 سے 28 ملین ڈالر تک پہنچ رہے ہیں۔ ڈیڑھ عشرے میں اتنے بڑے مصارف بہت خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ الجزیرہ کی رپورٹ 2016 کے مطابق گزشتہ 15 سالوں میں امریکی جنگ کے باعث افغانستان، عراق اور دیگر خطوں میں 6 لاکھ فوجی اور عوام ہلاک ہو چکے ہیں۔ 7 ملین سے زیادہ افراد ہجرت کرنے اور بے گھر ہونے پر مجبور ہوئے ہیں۔ اسی عرصے میں امریکا کا نقصان 13 ٹریلین ڈالر تک پہنچ رہا ہے۔

ان تمام اندازوں اور سرسری اعداد و شمار کے مطابق اس نتیجے پر آسانی سے پہنچا جاسکتا ہے کہ امریکی حکام نے بہت احمقانہ فیصلہ کیا ہے کہ اسلامی دنیا میں خصوصاً افغانستان پر ایک ناجائز جنگ شروع کر رکھی ہے۔ ایسی بے ہدف اور ناکام جنگ کبھی کامیاب نہیں ہوگی۔ باوجود یہی کہ دن بدن نقصان بڑھ رہا ہے۔ امریکا کو سمجھنا چاہیے کہ افغان عوام کو بہت تکالیف اٹھانا پڑی ہیں۔ وہ بہت تھک گئے ہیں۔ ان کے گھر اور زندگیاں تباہ ہوگئی ہیں۔ تکالیف اور تباہیاں برداشت کی ہیں، مگر وہ اپنے اسلامی خطے کی آزادی کی راہ میں جہاد سے اکتائے ہیں اور نہ کبھی اکتائیں گے۔ اس لیے کہ یہ جنگ مسلمانوں کے ایمان کا ایک جزہے۔ جسے کبھی پس پشت نہیں ڈالا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان جہاد کے اس مقدس عقیدے کی راہ میں زندگی اور موت دونوں کو اپنی کامیابی سمجھتے ہی۔ اس عقیدے کی نعمت سے مقابل دشمن اور اس کے اتحادی بہر صورت محروم ہیں۔

ٹرمپ پالیسی غرور کی آخری ہچکی

ملا محمود

ڈونلڈ ٹرمپ کی افغانستان کے لیے نئی پالیسی کا یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ وہ دنیا کی توقعات سے بڑھ کر بری طرح افغانستان کی دلدل میں پھنس چکے ہیں۔ ٹرمپ نے اس پالیسی کو وضع کرنے پر سات مہینے کا عرصہ لگایا ہے۔ مغربی ممالک کی اس پالیسی کے حق میں بہت ہی کم اور مخالفت میں بہت زیادہ اور مؤثر آراء سامنے آئی ہیں، جن کا مطلب یہ ہے کہ مغرب میں امریکا کی جنگی حکمت عملی کو وہ مقبولیت حاصل نہیں ہے، جو آج سے سولہ سترہ برس قبل حاصل تھی۔ امریکی میڈیا، سیاست دانوں اور عوام نے اس پالیسی کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ٹرمپ کی مقبولیت میں روزبروز کمی آ رہی ہے۔ انہیں ایک ناپسندیدہ شخص کے طور پر دیکھا جارہا ہے۔

خبررساں ادارے روئٹرز کی جانب سے کرائے گئے ایک سروے میں کہا گیا ہے کہ امریکی عوام میں صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی جنوری میں عہدہ صدارت سنبھالنے کے بعد سے مقبولیت کم ترین سطح پر آ گئی ہے۔ ان کی کارکردگی کی وجہ سے انہیں پسند کرنے والوں کی تعداد 38 فیصد، جب کہ ناپسند کرنے والوں کی تعداد 56 فیصد ہے۔ ایک امریکی یونی ورسٹی کو رائے عامہ کے ایک جائزے میں 62 فیصد جواب دہندگان کا کہنا تھا کہ صدر ٹرمپ قوم کو جوڑنے کی بجائے تقسیم کر رہے ہیں۔ ٹرمپ کی افغان پالیسی سے صاف واضح ہے کہ امریکی غرور کے خاک میں ملنے کے دن قریب ہیں۔ یہ آخری ہچکی ہے، جو امریکی نخوت کو لے ڈوبے گی۔ کیوں کہ ایک طرف عسکری میدان میں افغانستان کے صحرا اور ریگستان، شہر و دیہات اور نشیب و فراز ان کے لیے شعلہ زار بنے ہوئے ہیں، دوسری جانب سیاسی حوالے سے بھی بین الاقوامی سطح پر امارت اسلامیہ کی کامیاب خارجہ پالیسی کی بدولت روس سمیت کئی دیگر ممالک نے ٹرمپ پالیسی کو گمراہ کن قرار دے کر اپنی حمایت امارت اسلامیہ کے پلڑے میں ڈال دی ہے۔

پچھلے دنوں روس کے وزیر خارجہ سرگئی لاوروف نے ماسکو میں ایک کانفرنس سے خطاب کے دوران ٹرمپ کی نئی پالیسی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا 'مجھے افسوس ہے کہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی نئی افغان پالیسی کا محور یہ ہے کہ طاقت کے استعمال کے ذریعے افغانستان کے حالات میں تبدیلی لائی جائے۔' انہوں نے کہا کہ 'مجھے یقین ہے کہ یہ ایک لاحاصل کوشش ہے، جس کا کوئی مثبت نتیجہ برآمد ہونے کی امید نہیں ہے۔' روسی وزارت خارجہ کے ترجمان نے افغان حکام کی ان بیانات کی بھی سختی سے تردید کر دی، جن میں کہا گیا تھا کہ 'روس افغانستان میں مجاہدین کو سپورٹ کر رہا ہے۔' انہوں نے وضاحت کی کہ 'افغانستان میں ان کے کسی بھی سطح پر کسی فریق کے ساتھ تعلقات نہیں ہیں۔ البتہ پالیسی بارے وضاحت اس لیے کی ہے کہ افغانستان کا مسئلہ کسی طرح بھی طاقت کے ذریعے حل نہیں کیا جا سکتا۔' انہوں نے کہا کہ 'طاقت کے استعمال سے امریکا معاشی طور پر ٹوٹ سکتا ہے، لیکن فتح کبھی حاصل نہیں کر سکے گا۔

اسی طرح جرمن چانسلر انجیلا مرکل نے بھی روس جیسا مؤقف اختیار کرتے ہوئے ٹرمپ کی پالیسی کو ان کی کمزور سیاست سے تعبیر کیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ 'امریکا دنیا کو نظرانداز کر کے صرف اپنے مفادات کا سوچتا ہے، جو اس کی ناکامی کی پہلی سیڑھی ہے۔' یہ امارت اسلامیہ کی کامیاب خارجہ پالیسی کی ایک جھلک ہے کہ دنیا کی بڑی مملکتوں نے اس کے مؤقف کی حمایت کر کے امریکا کی جارحیت کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اس طرح صرف جہاد ہی کے میدان میں نہیں، بلکہ سیاست کے ایوانوں میں بھی افغانستان کے مظلوم مسلمانوں کی ترجمانی کا حق صرف اور صرف امارت اسلامیہ ہی ادا کر رہی ہے۔

مذکورہ پالیسی کا جہاد کے محاذ میں امارت اسلامیہ پر کیا اثر پڑا ہے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ پالیسی کے میڈیا پر آنے کے دو دن بعد امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے صوبہ پکتیکا کے ضلع گومل فتح کر کے وہاں موجود پولیس کو مار بھگایا۔ اس سے اسلحہ چھین لیا۔ اس کے باوجود امریکی اور ان کے داخلی مزدور کابل انتظامیہ کو ہوش نہیں آ رہا اور بدستور اپنی افواج کو موت کے منہ میں دھکیل رہی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ مذکورہ پالیسی امریکی غرور کی آخری ہچکی ہے۔ وہ دن دور نہیں کہ امریکا ساز و سامان سمیت الٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور ہو گا۔ بس ذرا سا عزم اور ولولہ تازہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالی کی ذات پر غیر متزلزل یقین رکھ کر جہاد کا عمل جاری رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالی ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین

ٹرمپ کی خونی پالیسی امریکی زوال کا باعث

ظہیر خان

صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے افغانستان سے متعلق اپنی خونی اور جنگی پالیسی کے اعلان کے ساتھ ہی اپنے اُن دعوؤں کی عمارت زمین بوس کر دی، جن کے مطابق ٹرمپ امریکی تاریخ کی طویل ترین جنگ کا خاتمہ کر کے افغانستان سے امریکی افواج نکال لیں گے۔ ٹرمپ نے جنگ کو ختم کرنے اور فوجی انخلا کے بجائے جنگ کو طول دینے کی پالیسی کا اعلان کیا۔ جب کہ پاکستان کو وارننگ دی کہ اگر اُس نے امریکی خواہشات اور مطالبات کو اچھی طرح پورا نہ کیا تو امداد میں ملنے والے ڈالر بند کر دیے جائیں گے۔ ہندوستان کے کردار کی تعریف کرتے ہوئے اسے افغانستان میں مزید کردار ادا کرنے کی دعوت دی اور اس کے ساتھ پارٹنر شپ کا بھی اعلان کیا گیا

صدر بننے سے قبل ٹرمپ انتخابی مہم کے دوران کئی مرتبہ علی الاعلان یہ حقیقت دہراتے رہے کہ افغانستان میں غیر ضروری جنگ لڑی جا رہی ہے۔ وہ دعوی کرتے رہے کہ صدر بننے کے بعد وہ افغانستان سے اپنی فوج نکال لیں گے۔ جب انہوں نے عہدۂ صدارت کا حلف اٹھایا، تب سے چپ کا روزہ رکھ لیا اور افغانستان سے متعلق ہر قسم کے تبصرے سے انکار کرتے رہے۔ یہ سوچا جا رہا تھا کہ وہ اپنی افواج نکال لیں گے۔ چوں کہ ہر امریکی صدر وائٹ ہاؤس، پینٹاگون اور سی آئی اے کی پالیسیوں پر عمل درآمد کے پابند ہوتے ہیں۔ صرف ان فیصلوں پر صاد کرتے ہیں، جو انہیں وائٹ ہاؤس کے بیوروکریٹس، پینٹاگون کے جنرلز اور سی آئی اے کے جاسوسوں کی جانب سے فراہم کیے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وائٹ ہاؤس جانے سے قبل صدر ٹرمپ نے سی آئی اے، پینٹاگون اور وائٹ ہاؤس کے حکام کے سامنے ہتھیار ڈال کر اُنھی کے مؤقف سے اتفاق کرتے ہوئے جنگ کو طول دینے کا اعلان کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ انتخابات میں اسی مؤقف کی وجہ سے انہیں عوام نے سپورٹ کیا کہ وہ افغانستان کا معمہ حل کر کے اسے منطقی انجام تک پہنچائیں گے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ٹرمپ کی نئی پالیسی افغانستان اور علاقائی ممالک کے لیے منفی اثرات سامنے لائے گی۔ افغانستان اور پڑوسی ممالک کو نئے مسائل کا سامنا ہو گا۔ یہاں آگ کے شعلے مزید بھڑکیں گے، لیکن خوش قسمتی یہ ہے کہ افغانستان کے طول و عرض میں مجاہدین کے کامیاب آپریشن اس بات کی بین ثبوت ہیں کہ افغانستان میں غاصب افواج کو شکست کا سامنا ہے۔ وہ آئندہ بھی کسی طرح فتح حاصل نہیں کر سکتی۔ اگر امریکا جنگ کے لیے تیار ہے تو مجاہدین نے بھی پوری تیاری کر رکھی ہے۔ سیاسی مبصرین کے نزدیک امریکا کی نئی اسٹریٹجک پالیسی درحقیقت گزشتہ سولہ سالوں کی شکست کو چھپانے کی ناکام کوشش ہے۔ سوال یہ ہے کہ آج سولہ سال بعد امریکا اس نتیجے پر کیسے پہنچ گیا کہ افغانستان میں سولہ سالہ بے نتیجہ جنگ میں ہماری ناکامی کا ذمہ دار پاکستان ہے؟ اس بات میں کسی طرح کی معقولیت نہیں ہے۔ ٹرمپ کی پالیسی ہی یہ ہے کہ افغانستان میں تاریخی شکست کو چھپا کر اس کا ذمہ دار کسی دوسرے ملک کو قرار دیا جائے۔ دوسری طرف انڈیا کی کارکردگی کی تعریف کر کے اسے مزید کردار ادا کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اس خطے میں امریکا ایک نئی جنگ چھیڑنا چاہتا ہے۔ جس کے نتیجے میں افغانستان اور دیگر علاقائی ممالک کو ایک نئی مشکل کا سامنا ہو گا۔ یہاں کے حالات مزید ابتر ہو جائیں گے۔ یوں مغربی ممالک کو یہاں کھل کر کھیل کھیلنے کا موقع ہاتھ آ جائے گا۔ اگر امریکا ایسا کر لیتا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ابتری علاقائی ممالک کی جانب سے امریکی چاپلوسی کا نتیجہ ہو گا۔

اسی لیے معروضی حالات کا دراک کرتے ہوئے علاقائی ممالک امریکی جارحیت کے خلاف سخت مؤقف اپنا کر اسے دہشت گردی کے نام پر مزید خون خرابہ کرنے سے روکیں۔ اس خطے کو مزید غیر مستحکم کرنے کے خلاف آوز اٹھائیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پورا خطہ جنگ کی لپیٹ میں آ سکتا ہے۔ اس باب میں امارت اسلامیہ کا عزم نہایت قابل قدر ہے، جس نے امریکی جارحیت کے خلاف مکمل آزادی کے حصول تک جہاد جاری رکھنے کا اعلان کر رکھا ہے۔ امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے امریکی پالیسی کی مذمت کرتے ہوئے اسے خبردار کیا ہے کہ جب تک افغانستان میں ایک بھی امریکی موجود ہو گا، تب تک جہاد جاری رہے گا۔ افغانستان امریکی غاصبین کے لیے قبرستان ثابت ہو گا۔ انہوں نے امریکی صدر کا وہ دعوی بھی مسترد کر دیا ہے، جس میں انہوں نے کہا تھا کہ افغانستان امریکا کے لیے خطرہ ہے۔ ذبیح اللہ مجاہد نے کہا کہ افغانستان کسی کے لیے خطرہ نہیں ہے۔ افغانستان میں فتح کے لیے ہر قسم کی کوششوں کے باوجود وہ بالآخر اپنے پیش رو سویت یونین کی طرح ایک دن اپنی فوج نکالنے پر مجبور ہو گا۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امریکی جارحیت کو افغانستان میں شکست کا سامنا ہے۔ جلد یا بدیر وہ اپنا بوریا بستر لپیٹ کر بھاگنے پر مجبور ہو گا۔ جو جنگ بش اور اوباما لاکھوں فوجیوں کے ساتھ نہیں جیت سکے، ٹرمپ چند ہزار فوجیوں کے ذریعے کس طرح جیت سکیں گے؟ یہ کہنا بجا ہے کہ ٹرمپ کی ناکام پالیسی کا بھی وہی حشر ہو گا، جو اوباما کی پالیسیوں کا ہوا تھا۔ اور یہ جنگ امریکی طاغوت کے زوال کا باعث ہو گی۔

افغانستان جولائی 2017 میں

احمد فارسی

اس تحریر میں صرف ان واقعات و نقصانات کی نشان دہی کی گئی ہے، جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار دیکھنے کے لیے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ کا وزٹ فرمائیں۔

جولائی میں بھی مجاہدین کی کامیابیوں اور پیش رفتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اس ماہ دشمن پر بھاری اور مہلک حملے ہوئے۔ دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا، جب کہ چار اضلاع سمیت کئی علاقوں پر مجاہدین نے اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ ان فتوحات کی تفصیل درج ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

قابض دشمن کو ہونے والے جانی نقصانات:

گزشتہ مہینوں کی طرح جولائی میں بھی قابض دشمن کو بھاری نقصان سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ جب کہ ایک سینئر امریکی جنرل سمیت اہم فوجی افسران اور متعدد قابض فوجی ہلاک ہوئے تھے۔ سات جولائی کو رائٹرز نیوز ایجنسی نے ایک رپورٹ شایع کی، جس کے مطابق امریکا نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ سے ہلاک اہل کاروں کے بارے میں کسی کو معلومات فراہم نہیں کی جائیں گی۔ جب کہ اس سے قبل بھی امریکا اپنے عوام کو دھوکہ دیتا رہا ہے۔ اُس نے کبھی بھی ہلاکتوں کی اصل تعداد کے بارے میں اپنی قوم کو سچ نہیں بتایا ہے۔ اس رپورٹ سے قبل 5 جولائی کو پینٹاگون نے اعتراف کیا کہ ہلمند میں ایک امریکی فوجی ہلاک اور دو زخمی ہو گئے۔ 14 جولائی کو کابل کے ضلع بگرام میں امریکی فوجی قافلے پر حملہ کیا گیا تھا، جس کے نتیجے میں 3 فوجی ہلاک ہو گئے تھے۔ 16 جولائی کو ہلمند کے ضلع ناوا میں بھی مجاہدین کے ایک حملے میں چار امریکی فوجی ہلاک ہوئے تھے۔ اس کے دو دن بعد قندوز میں ایک امریکی جنرل سمیت تین امریکی فوجیوں کو ہلاک کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں 26 جولائی کو قندوز میں افغان آرمی میں سرایت کرنے والے ایک مجاہد نے جارحیت پسندوں پر اندھا دھند فائرنگ کر کے موقع پر ہی تین امریکی کو ہلاک کر دیا، جب کہ وہ مجاہد خود بھی جوابی حملے میں جام شہادت نوش کر گئے۔

اگرچہ ان حقائق سے متعلق علاقوں کے لوگ اچھی طرح آگاہ اور ان واقعات پر گواہی دیتے ہیں۔ تاہم دشمن نے ہمیشہ اپنی ناکامیاں چھپانے کی کوشش میں اپنی ہلاکتوں سے انکار کیا ہے۔ قابض دشمن نے جولائی میں صرف ایک فوجی کی ہلاکت کا اعتراف کیا ہے۔ رواں سال افغانستان میں ہلاک ہونے والے امریکیوں کی اعترافی تعداد 8 اور ہلاکتوں کی مجموعی تعداد 3536 ہو گئی ہے۔

کٹھ پتلی دشمن کا نقصان:

مجاہدین نے کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ پر افغانستان بھر میں عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ جولائی میں کٹھ پتلی فورسز کو بھاری جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا، جس میں دشمن کو نقصان نہ پہنچا ہو۔ چند اہم واقعات کی مختصر تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

2 جولائی کو بلخ کے ضلع چمتال میں حکومتی حامی ملیشیا کے کچھ اہل کار مجاہدین پر حملے کی غرض سے جمع ہوئے تھے، لیکن مجاہدین کو خبر ہونے پر اُن پر پہلے ہی حملہ کر کے تین اہم کمانڈروں سمیت 12 جنگجوؤں کو ہلاک اور متعدد کو زخمی کر دیا گیا۔ 11 جولائی کو صوبہ لوگر میں اہم پولیس کمانڈر کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ 21 جولائی کو مجاہدین نے قندھار کے ضلع شاولی کوٹ میں فوجی امداد کے قافلے پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں سینئر کمانڈروں سمیت متعدد فوجی ہلاک ہو گئے۔ اس کے علاوہ قندھار کے ضلع خاکریز میں ایک فوجی اڈے پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس میں 74 فوجی ہلاک اور 6 گرفتار کر لیے گئے۔ 25 جولائی کو صوبہ فراہ کے ضلع شکوہ کا گورنر اپنے 5 مسلح گارڈز سمیت ہلاک ہو گیا۔ 29 جولائی کو صوبہ غزنی کے ضلع گیلان میں ضلعی پولیس سربراہ اپنے تمام ساتھیوں سمیت ہلاک ہو گیا اور اسی دن ہلمند گورنر کے ترجمان نے بھی تصدیق کی کہ ضلع ناوا میں 25 اہل کار مجاہدین کے حملے میں ہلاک ہو گئے ہیں۔

کٹھ پتلی دشمن کا مالی نقصان:

کٹھ پتلی دشمن اور ان کے آقاؤں کو اسی ماہ میں جانی نقصان کے علاوہ مالی لحاظ سے بھی بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ اُس نے کئی اضلاع، علاقوں اور فوجی اڈوں سے پسپائی اختیار کر لی ہے۔ اُن کے سپلائی قافلوں پر حملے کیے گئے، جن کے نتیجے میں بڑے پیمانے پر ان کی فوجی گاڑیاں اور وسائل تباہ ہو گئے۔ انہیں کئی ملین ڈالر کا نقصان پہنچا۔ 2 جولائی کو قندوز میں دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا گیا۔ اسی طرح 22 جولائی کو بگرام میں مجاہدین نے قابض افواج کا ایک بڑا ٹرانسپورٹ طیارہ مار گرایا۔

نہتے عوام اور ظالم بندوق بردار:

جولائی میں بھی مظلوم و نہتے افغان شہریوں پر قابض افواج کے انسانیت سوز مظالم کا سلسلہ جاری رہا۔ حملہ آوروں اور ان کے کارندوں نے فائرنگ اور فضائی حملوں میں خواتین اور بچوں سمیت متعدد شہری شہید کر دیے۔ جس کی مکمل تفصیلات امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ پر موجود ہے۔ البتہ یہاں چند بڑے واقعات کی مختصر تفصیل پیش خدمت ہے:

13 جولائی کو امارت اسلامیہ کی جانب سے شہری ہلاکتوں کے حوالے سے بنائے گئے کمیشن کی رپورٹ شایع ہوئی، جس میں گزشتہ چھ ماہ کے دوران 404 کیسز ریکارڈ کیے گئے۔ جن کے مطابق 689 عام شہری جاں بحق اور 1041 زخمی ہوئے۔ اس رپورٹ کے مطابق ان ہلاکتوں کی 73.26 فیصد ذمہ داری غیر ملکی حملہ آوروں اور ان کی کٹھ پتلی فورسز پر ڈالی گئی ہے۔ 14.85 فیصد ذمہ داری امارت اسلامیہ پر عائد کی گئی ہے۔ جب کہ باقی 11.88 فیصد شہری ہلاکتوں میں داعش کو ملوث قرار دیا گیا ہے۔ 17 جولائی کو امریکی یلغار کے شروع سے بھرپور حامی رہنے والی اقوام متحدہ نے ایک خصوصی رپورٹ شائع کی، جس کے مطابق رواں سال کے پہلے چھ ماہ کے دوران 1662 عام شہری جاں بحق اور 3581 افراد زخمی ہوئے ہیں۔ اس رپورٹ میں شہری ہلاکتوں کی 43 فیصد ذمہ داری امارت اسلامیہ پر عائد کی گئی ہے۔ جب کہ 5 فیصد داعش اور 19 فیصد نامعلوم مسلح افراد کو اس میں ملوث قرار دیا گیا ہے۔ اس رپورٹ میں مزید یہ ہے کہ دس فیصد ہلاکتیں مجاہدین اور دشمن کی براہ راست جھڑپوں، 4 فیصد دھماکہ خیز مواد اور 1 فیصد پاکستان کی جانب سے ہونے والے حملوں کے نتیجے میں ہوئی ہیں۔

ان رپورٹوں میں بڑے پیمانے پر شہری ہلاکتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اقوام متحدہ نے مجاہدین پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ شہری ہلاکتوں کی تعداد میں اضافے کے ذمہ دار ہیں۔ جب کہ 7 جولائی کو قندوز میں کابل انتظامیہ کے مسلح اہل کاروں نے شہریوں پر اندھادھند فائرنگ کی، جس کے نتیجے میں تین شہری جاں بحق اور زخمی ہوگئے تھے۔ 11 جولائی کو جوزجان میں کابل انتظامیہ اور داعشی جنگجوؤں کے درمیان جھڑپ میں متعدد شہری جاں بحق اور زخمی ہوئے۔ 14 جولائی کو اروزگان میں بھی قابض افواج کی وحشیانہ بمباری میں درجنوں افراد شہید اور زخمی ہوئے۔ 15 جولائی کو جارحیت پسندوں نے قندوز میں ایک گرلز اسکول پر بمباری کی، جس میں اسکول مکمل طور پر تباہ اور متعدد افراد شہید اور زخمی ہو گئے۔ 16 جولائی کو قابض افواج نے صوبہ اروزگان کے دارالحکومت ترین کوٹ پر بمباری کی، جس کے نتیجے میں 5 افراد شہید اور 5 زخمی ہو گئے۔ 23 جولائی کو حملہ آوروں نے ننگرہار میں فاتحہ خوانی کی مجلس پر بمباری کی، جس کے نتیجے میں درجنوں عام شہری شہید اور زخمی ہوئے۔ 8 جولائی کو قندھار میں شہریوں نے پولیس گردی کے خلاف احتجاجی مظاہرے میں شہریوں پر تشدد کی روک تھام کا مطالبہ کیا۔ واضح رہے قندھار میں پولیس عام شہریوں کو مجاہدین کے ساتھ مبینہ تعاون کے شبہے میں گرفتار کر کے ان پر بہیمانہ تشدد کرتی ہے۔ ماورائے عدالت ان کو شہید کر کے ان کی لاشیں ویرانے میں پھینک دیتی ہے۔

قیدیوں پر تشدد:

جیلوں اور قیدیوں کی حالت زار موجودہ فرسودہ نظام کے شروع دن سے قابل افسوس اور تمام انسانی اور بین الاقوامی قوانین کے خلاف ہیں۔ افغانستان کی جیلوں میں قیدیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ کسی عدالت سے انہیں مجرم قرار دینے کے بغیر انہیں ہر قسم کی سزا دی جاتی ہے۔ انہیں کسی مقدمے کے بغیر جیلوں میں سالہا سال تک رکھا جاتا ہے۔ یہ واقعات روز کا معمول بن چکے ہیں، لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں۔

کچھ عرصہ پہلے پارلیمانی ارکان پر مشتمل ایک وفد نے بگرام جیل کے دورے میں قیدیوں کے ساتھ ملاقات کی۔ وفد کے سربراہ نے اپنی رپورٹ میں بتایا کہ قیدیوں سے ملاقات کے دوران ان کی ناگفتہ بہ صورت حال دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو بہہ گئے۔ جس پر میں قابو نہیں پا سکتا تھا۔ 9 جولائی کو امارت

اسلامیہ نے انسانی حقوق کی علم بردار تنظیموں سے مطالبہ کیا ہے کہ ان جیلوں میں قیدیوں پر ڈھائے جانے والے انسانیت سوز مظالم اور بہیمانہ تشدد کا نوٹس لیا جائے۔

26 جولائی کو ایک خبر کے مطابق بگرام جیل میں میں تین قیدیوں نے جیل انتظامیہ کے مظالم اور تشدد سے تنگ آ کر خودکشی کر لی، لیکن غلام حکمرانوں نے اس ظلم اور سربریت پر مکمل خاموشی اختیار کرتے ہوئے کسی بھی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ جبکہ دوسری جانب امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے حالیہ چند ماہ کے دوران بغیر کسی تبادلے اور معاہدے کے دشمن کے سیکڑوں قیدیوں کو رہا کیا ہے۔

عوامی ردِ عمل:

افغان عوام موجودہ صورت حال سے تنگ آ چکے ہیں۔ وہ کٹھ پتلی فورسز کے ظلم سے نجات کے لیے امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی برملا حمایت کر رہے ہیں۔ اسی سلسلے میں 23 جولائی کو صوبہ غور کے ضلع 'شہرک' میں دو ہزار خاندانوں نے مجاہدین کی حمایت کا اعلان کیا، جب کہ ایک ہزار خاندانوں نے امارت اسلامیہ کی حمایت اور کٹھ پتلی حکومت کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔

منصوری آپریشن:

جولائی میں بھی مجاہدین کی پیش رفت کا سلسلہ جاری رہا اور کئی اہم فوجی اڈوں، اضلاع اور چیک پوسٹوں پر اپنا کنٹرول قائم کیا۔ اس سلسلے میں چند اہم فتوحات کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے۔

یکم جولائی کو مجاہدین نے قندوز میں غیر ملکی حملہ آوروں اور ان کے کارندوں کے خلاف اپنی بھرپور کارروائیوں کا آغاز کیا۔ کٹھ پتلی فورسز نے قابض افواج کی فضائیہ کے تعاون سے عارضی طور پر چند علاقوں پر قبضہ کیا تھا، جب کہ مجاہدین نے حکمت عملی تحت وہاں سے پسپائی اختیار کی۔ تھی یکم جولائی کو مجاہدین نے دوبارہ منصوری آپریشن کے تحت اپنی بھرپور کارروائیوں کا آغاز کیا اور دشمن کو ان تمام علاقوں سے مار بھگایا، جن پر اس نے قابض دشمن کی حمایت سے قبضہ کیا تھا۔ علاوہ ازیں دو جولائی کو مجاہدین نے دشمن کا ایک ہیلی کاپٹر بھی قندوز میں مار گرایا۔ مجاہدین نے 13 جولائی کو کابل کے علاقے خاک جبار میں دشمن کے فوجی قافلے پر گھات لگا کر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دشمن کو بھاری جانی و مالی نقصان ہوا۔ 18 جولائی کو مجاہدین نے صوبہ بغلان میں دشمن پر شدید حملے کیے۔ 14 جولائی کو قندھار کے ضلع ارغنداب میں دشمن کی چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں متعدد چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ 16 اہل کار ہلاک ہو گئے۔ 20 جولائی کو کابل میں غیر ملکی حملہ آوروں کے ایجنٹ سیاف کے گھر پر مجاہدین نے راکٹ داغے، جس کے نتیجے میں گھر کا ایک حصہ منہدم ہو گیا۔ 20 جولائی کو صوبہ فاریاب کے ضلع خواجہ سبز پوش میں مجاہدین نے پیش رفت کرتے ہوئے اہم چیک پوسٹوں پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ اسی دن ہلمند کے ضلع گریشک میں بھی دشمن کی فرنٹ لائن پر مجاہدین نے حملہ کر کے پیش قدمی کی۔ 21 جولائی کو صوبہ بغلان میں مجاہدین نے ضلع گزر گاہ نور کو فتح کیا۔ 23 جولائی کو صوبہ فاریاب کے ضلع کوہستان اور صوبہ غور کے ضلع تیورہ پر مجاہدین نے اپنا کنٹرول قائم کیا، جب کہ دشمن کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔ 24 جولائی کو کابل میں قومی سلامتی کونسل کی بس پر ایک فدائی مجاہد نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں درجنوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 25 جولائی کو مجاہدین صوبہ پکتیا کا ضلع جانی خیل فتح کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ 26 جولائی کو صوبہ نورستان میں ضلع وائٹ وایگل پر شدید حملہ کیا۔

اندرونی حملے:

کٹھ پتلی فورسز میں سرایت کرنے والے مجاہدین کے حملوں کا سلسلہ جولائی میں بھی جاری تھا۔ 26 جولائی کو قندوز میں ایک مجاہد نے فائرنگ کر کے تین امریکی فوجیوں کو قتل کر دیا، جب کہ وہ خود بھی جوابی حملے میں جام شہادت نوش کر گئے۔

دشمن کا اعتراف:

دشمن نے مختلف اوقات میں متعدد بار اپنی شکست کا اعتراف کیا ہے۔ اس سلسلے میں نیویارک ٹائمز نے 16 جولائی کو ہلمند کے شوراب بیس میں تازہ دم دستوں کی تعیناتی پر تبصرہ کیا کہ 'امریکا نے اعتراف کیا ہے کہ حال ہی میں ہلمند میں 349 امریکی فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔ مزید اس جنگ میں کامیابی حاصل کرنے کا امکان نہیں ہے۔'

کٹھ پتلی فورسز پر دوستانہ بمباری:

قابض افواج کی جانب سے سکیورٹی فورسز کو دوستانہ فضائی حملوں کے ذریعے نشانہ بنایا جاتا ہے، لیکن نام نہاد حکمرانوں نے کبھی ان حملوں کی مذمت تک نہیں کی ہے۔ اس سلسلے میں 21 جولائی کو ہلمند کے ضلع گریشک میں امریکی فوج نے کٹھ پتلی فورسز پر بمباری کر کے متعدد اہل کاروں کو ہلاک کر دیا۔

رہنماؤں اور ان کی اولاد کی شہادت:

امارت اسلامیہ کی تاریخ قربانیوں سے بھری پڑی ہے، تاہم قیادت کی سطح پر خود کو قربانی کے لیے پیش کرنا یا اپنی اولاد کو اسلام اور ملت کے دفاع کے لیے پیش کرنا دنیا کی کوئی تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کے بہادر بچوں نے بھی اپنے والدین کی طرح نہایت بہادری سے جنگ اور شہادت کے میدان میں کود کر آخر دم تک اسلام دشمنوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہے۔ 21 جولائی کو امیر المؤمنین شیخ ہبۃ اللہ اخند زادہ کے لخت جگر نے تاریخ رقم کرتے ہوئے ہلمند کے ضلع گریشک میں اپنے دیگر جانثاروں کے ہمراہ اللہ کی رضا کے حصول کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا اور شہادت کے اعلی مقام پر فائز ہو گئے۔ جب کہ دوسری جانب نام نہاد حکمرانوں کے بچے باہر ممالک میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اگر وہ بر حق ہوتے تو وہ بھی اس طرح قربانی دینے کی تاریخ رقم کر سکتے تھے، لیکن چوں کہ ان کا قبلہ صرف دنیاوی زندگی ہے، اسی لیے وہ ملک و قوم کی عزت کا سودا کر کے باہر ممالک میں عیاشیاں کر رہے ہیں۔

ایک انتباہ:

ایک ماہ قبل اشرف غنی نے مجاہدین کو متنبہ کیا تھا کہ اگر وہ 'امن عمل' میں شامل نہیں ہوئے تو وہ اپنے غیر ملکی آقاؤں کے ساتھ مل کر ان کے خلاف بھرپور کارروائی کریں گے، لیکن جب اس 'خبر داری' کا کوئی نتیجہ سامنے نہ آیا تو انہوں نے ایک بار پھر 9 جولائی کو خبر دار کیا کہ 'طالبان (مجاہدین) ہتھیار پھینک کر مذاکرات کریں، بصورت دیگر انہیں دہشت گردی کی بین الاقوامی فہرست میں شامل کر دیا جائے گا۔' اس بات سے تو ہر کوئی آگاہ ہے، لیکن شاید انہیں اب بھی پتا نہیں ہے کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین تو گزشتہ 16 سال سے اس لسٹ میں شامل ہیں، لیکن اس اقدام سے مجاہدین کے حوصلے اور جہادی کارروائیوں پر کوئی منفی اثر نہیں پڑا ہے۔

جمہوریت کا تحفہ:

افغانستان میں جمہوری نظام کو فروغ دینے سے بہت مسائل اور مشکلات پیدا ہوئی ہیں۔ جمہوریت کے خمیر میں فحاشی، عریانی اور طرح طرح کی گندگیاں اس کا لازمی حصہ اور نتیجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افغانستان میں منشیات کے استعمال میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ حتیٰ کہ اب عورتیں بھی منشیات کی عادی ہو گئی ہیں۔ 10 جولائی کو انسداد منشیات کی وزارت نے اعلان کیا کہ افغانستان کے مختلف حصوں میں 8 ہزار سے زائد خواتین منشیات کی عادی ہیں۔ واشنگٹن پوسٹ نے بھی ایک رپورٹ میں لکھا ہے کہ 'جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے افغان فورسز میں کم عمر لڑکوں کو بھرتی کیا جاتا ہے۔' اخبار نے مزید لکھا ہے کہ 'امریکا ان افغان فوجیوں پر زیادہ رقم خرچ کرتا ہے، جو نوخیز نوجوانوں کو جنسی زیادتی کے لیے بطور پولیس بھرتی کرتے ہیں۔' 31 جولائی کو امریکی تنظیم سیگار نے بھی افغان فورسز کے اس شرم ناک عمل کے خلاف افغان حکام کی خاموشی پر امریکی کانگریس کو شکایت کی ہے۔

کٹھ پتلی انتظامیہ کے باہمی اختلافات:

حزب اسلامی کے کابل انتظامیہ میں شامل ہونے کے بعد ان کے باہمی اختلافات میں شدت آئی ہے۔ شمالی صوبوں میں حزب اسلامی اور جمعیت اسلامی کے درمیان شدید جھڑپیں ہوئی ہیں۔ 2 جولائی کو بغلان میں حزب اسلامی کا ایک کمانڈر قتل کیا گیا تھا۔ 10 جولائی کو تخار میں حزب اور جمعیت کے جنگجوؤں کے درمیان جھڑپ میں 22 افراد مارے گئے۔ 12 جولائی کو تخار کے چاہ آب میں ان دو گروپوں کے درمیان جھڑپ ہوئی، جس کے نتیجے میں 7 افراد ہلاک اور زخمی ہو گئے۔ 29 جولائی کو کابل میں حزب اسلامی کے بدنام زمانہ ظالم کمانڈر 'زرداد' کے بھائی اور ایک دوسرے ظالم کمانڈر کو فائرنگ کر کے قتل کر دیا گیا۔

ان اختلافات کے باعث کابل انتظامیہ کے سینئر حکام میں اپنا شمار رکھنے والے صوبہ غزنی کے پولیس سربراہ نے استعفی دے دیا۔ 10 جولائی کو اتحادی حکومت میں شامل شمالی اتحاد نے اعلان کیا کہ حکومت کے خلاف بننے والے اتحاد کے سرکردہ رہنما رشید دوستم جلد ملک واپس آئیں گے، لیکن 18 جولائی کو دوستم نے مزار شریف کے ہوائی اڈے پر اترنے کی کوشش کی تو وہاں موجود جرمن فوجیوں نے انہیں اترنے کی اجازت نہیں دی۔ تاریخ میں پہلی بار اس طرح ہوا ہے کہ ایک ملک میں تعینات غیر ملکی فوجی اسی ملک کے موجودہ نائب صدر کو ایئرپورٹ پر اترنے کی اجازت نہ دیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کابل حکام اپنے ہی ملک اور حکومت میں کتنے 'با اختیار' ہیں!

جنگی جرائم جولائی 2017

سید سعید

افغانستان میں امریکی فوج کی جانب سے مظالم کا سلسلہ آئے روز وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ وہ مختلف حیلوں بہانوں سے اپنی موجودگی کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ حالیہ دنوں امریکی کانگریس کے اعلیٰ سطحی اجلاس میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ 'ہمیں یہ جنگ طویل کرنی ہے، تاکہ ہم افغانستان کی معدنیات نکال کر امریکا لے آ سکیں۔' یہی وجہ ہے کہ وہ معدنیات تک رسائی کا راستہ افغان عوام کے قتل عام اور افغانستان میں بدامنی میں تلاش کرتے ہیں۔ اسی سلسلے میں قتل غارت گری اور دہشت گردی کا بازار گرم رکھا جا رہا ہے۔ جولائی میں بھی یہی کچھ ہوا ہے۔

چار جولائی 2017 کو صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ کے علاقے قلعہ دادو میں مقامی اہل کاروں کی فائرنگ سے ایک شہری شہید اور ایک زخمی ہو گیا۔ دس جولائی کو صوبہ اروزگان کے صوبائی دارالحکومت ترین کوٹ کے مضافات میں حملہ آوروں کے فضائی حملے میں چار خواتین سمیت سات افراد شہید اور ان کے گھر مکمل طور پر تباہ ہو گئے۔ اس سے اگلے دن ذرائع ابلاغ میں ایک رپورٹ شایع ہوئی، جس کے مطابق صوبہ جوزجان کے ضلع درزاب کے علاقے 'بتو' نامی گاؤں میں اجرتی اہل کاروں نے آٹھ شہریوں کو شہید اور تیرہ افراد کو زخمی کر دیا۔ مقامی لوگوں کے مطابق اہل کاروں کے سامنے جو بھی آتا، وہ اسے گولیاں مار کر قتل کر رہے تھے۔ جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں۔ اسی دن صوبہ خوست کے ضلع صبری کے علاقے میچی اور سرپی میں مقامی ملیشیا کے اہل کاروں نے فائرنگ کر کے دو شہریوں کو شہید اور 6 کو زخمی کر دیا۔

بارہ جولائی کو صوبہ ارزگان کے صوبائی دارالحکومت ترین کوٹ کے قریب مہر آباد میں حملہ آوروں نے ایک گھر پر ڈرون حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چار خواتین شہید اور ایک خاتون زخمی ہو گئیں۔ اس سے اگلے روز صوبہ ترین کوٹ کے علاقے 'لوڑ درویشان' میں مقامی آبادی پر جارحیت پسندوں نے افغان فورسز کے ہمراہ چھاپہ مارا۔ اس دوران شہریوں پر بدترین تشدد کیا گیا۔ جس میں 9 افراد کو شہید اور 25 کو زخمی کر دیا گیا۔

چودہ جولائی کو مشرقی صوبے کنڑ کے ضلع سرکانو کے گاؤں 'باروگی' میں مقامی اہل کاروں نے ایک خاندان کے تین افراد کو شہید اور دو معصوم بچوں کو زخمی کر دیا۔ اس کے علاوہ ایک خاتون اور دو بچے بھی زخمی کیے گئے تھے۔ اس سے اگلے دن قندوز کے صوبائی دارالحکومت میں پامیر ہوٹل کے قریب حملہ آوروں کی بمباری سے گرلز اسکول تباہ ہو گیا۔ علاوہ ازیں 'اورتبلاقیو' اور 'دوبلولہ' نامی علاقوں میں بھی شہری آبادی پر بمباری کے نتیجے میں متعدد افراد شہید اور زخمی کیے گئے۔

سولہ جولائی کو صوبہ دائی کنڈی کے ضلع اجرستان کے علاقے 'خوژہ خیل' میں فورسز کے مارٹر حملے میں ایک شخص شہید اور ایک خاتون سمیت دو افراد زخمی ہو گئے۔ اگلے دن صوبہ بادغیس کے علاقے خوجہ میں فورسز نے شہری آبادی پر راکٹ حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دو افراد شہید اور 5 زخمی ہو گئے۔ اسی دن صوبہ غزنی کے ضلع گیرو کے علاقے موتان خان میں فورسز کے مارٹر حملے میں تین خواتین شہید ہو گئیں۔

تئیس جولائی کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع نرخ کے علاقے شہاب الدین ابدری میں مقامی آبادی پر حملہ آوروں کے چھاپے کے دوران 8 شہری شہید ہو گئے۔ اگلے دن صوبہ ننگرہار کے علاقے ہسکہ مینہ میں حملہ آوروں نے فاتحہ خوانی کے تعزیتی اجتماع پر وحشیانہ بمباری کر کے چالیس شہریوں کو شہید اور زخمی کر دیا۔ اس سے اگلے دن صوبہ پکتیا کے ضلع سید کرم کے علاقے 'کوہ سین' میں سرکاری فورسز نے ایک شخص کو ٹینک سے باندھ کر روڈ پر گھسیٹا، جس سے وہ شہید ہو گیا۔ اسی دن قندوز کے ضلع خان آباد کے مضافات میں فورسز کی بمباری اور مارٹر حملوں میں 6 افراد شہید اور زخمی ہو گئے۔ جب کہ صوبہ میدان وردگ کے ضلع 'جل ریز' کے علاقے زیمنیو میں مقامی اہل کاروں نے فائرنگ کر کے ایک کسان کو شہید اور دوسرے کو زخمی کر دیا۔ اگلے دن صوبہ ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے سربند اور بندبرق میں فورسز کے بھاری ہتھیاروں کے حملوں میں ایک شخص شہید اور ایک خاتون زخمی ہو گئے۔

ستائیس جولائی کو صوبہ پکتیا کے ضلع سید کرم کے مضافات میں مقامی اہل کاروں کی فائرنگ سے ایک شہری شہید اور ایک طالب علم زخمی ہو گیا۔

اُنتیس جولائی کو صوبہ فراہ کے ضلع فراہ رود میں اجرتی فورسز کی اندھا دھند فائرنگ سے تین شہری شہید اور تین زخمی ہو گئے۔ جب کہ صوبہ فاریاب کے ضلع غورماچ میں سرکاری فورسز کے مارٹر حملے سے 6 شہری شہید اور زخمی ہو گئے۔

جولائی میں لندن پرنٹ آن لائن اور میل سنڈے اخبارات نے ایک سابق برطانوی فوجی افسر کے حوالے سے لکھا کہ 'افغانستان کے مختلف حصوں میں غیر ملکی افواج عام شہریوں کو قتل کرنے کے بعد ان کے سینوں پر اسلحہ رکھ کر میڈیا کو دکھاتی ہیں کہ یہ جنگجو کی لاشیں ہیں۔'

ذرائع: بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیا اور بینوا ویب سائٹس۔

ذی قعدہ ۱۴۳۸ میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

				دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے مقتولین	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندھار	55	1	15		188	92	30	4	8	1
2-	ہلمند	92	5			356	95	34	10	10	1
3-	زابل	20				70	21	5	4	10	
4-	روزگان	24				55	33	24	5	12	
5-	فراہ	24		5	3	43	42	18	6		
6-	غور	9				35	9	1	1	2	
7-	ہرات	25				51	29	13	0		
8-	نیمروز	10				9	0	7	2	1	
9-	بادغیس	34				91	37	13	6	10	
10-	فاریاب	43				34	63	11	5	10	
11-	کونڑ	38				21	30	2	0	1	
12-	ننگرہار	27				43	43	11	1		
13-	لغمان	16				21	31	5	0		
14-	نورستان	4				1	0	0	0		
15-	کابل	28	1	3	4	81	27	15	1		1
16-	میدان ورگ	58				92	62	28	0	3	
17-	غزنی	59				113	75	14	3	8	
18-	خوست	30				45	25	7	0		
19-	لوگر	31		2	1	60	46	14	0		
20-	کاپیسا	1				3	6	0	0		
21-	پروان	12	1	9	6	15	15	5	2	1	1
22-	پکتیکا	15				59	28	7	4	3	
23-	پکتیا	49				136	166	18	6	19	
24-	قندوز	25	1	7	1	48	42	11	6	2	1
25-	بغلان	3				10	16	4	0		
26-	تخار	3				4	9	0	0		
27-	سمنگان	1				0	2	0	0		
28-	بدخشان	8				12	15	2	3	3	
29-	بامیان										
30-	بلخ	11				34	28	4	1	1	
31-	جوزجان	12				33	21	3	1		
32-	دای کنڈی										
33-	سرپل	3				6	9	0	0		
34-	پنج شیر										
	مجموعہ	770	9	41	15	1769	1117	306	71	104	5

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

6th Year September 2017

گیارہ ستمبر 2001 کے 16 سال بعد ستمبر کے مہینے میں امریکا اپنی حالت زار خود دیکھ لے